PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۲۹ شمارہ ۷ جولائی ۲۰۲۱ء مطابق ذوالقعدۃ ۱۴۴۲ھ

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صد یقی

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طاہر ندوی

☆ مولانا محمد اقبال قاسمی

☆ مفتی محمد ھا رون مظاھری

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفرنگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

مدیر

وصی سلیمان ندوی

پتہ

دفتر ارمغان

پُھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-7060450315

9359774316 , 9412411876

e-mail : arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.net

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

مشیراعزازی:ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

مشیرقانونی : امجدعلی ایڈوکیٹ

موبائیل : 9897354040

زرتعاون

❖ فی شمارہ25روپے ❖ سالانہ300روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے500روپے

❖ اعزازی تعاون1000روپے ❖ بیرونی ممالک سے30امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ8000روپے(برائے۲۰سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا

(مدیر:وصی سلیمان ندوی)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	اداریہ	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	مولانا سید محمد حمزہ حسنیؒ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	عید قرباں کا پیغام	مولانا نثار احمد حصیر قاسمی	۹
☆	سیاست نہیں آخرت	حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ	۱۳
☆	مدارس کو کم زور نہ ہونے دیں!	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۴
☆	دعوتی سوالات اور میرے جوابات	جناب ریاض موسیٰ ملیباری	۱۷
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	مولانا محمد یامین کلیمی	۲۱
☆	انسانیت کا مقدمہ خدا کی عدالت میں	داعی محمد افضل ندوی	۲۶
☆	اسلام امن وسلامتی کا مذہب	ماخوذ	۲۸
☆	موت سے کس کو رستگاری ہے، نشاط بھائی	مولانا محمد کلیم صدیقی	۳۰
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس ولی اللہی	۳۷
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۸
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **جولائی** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

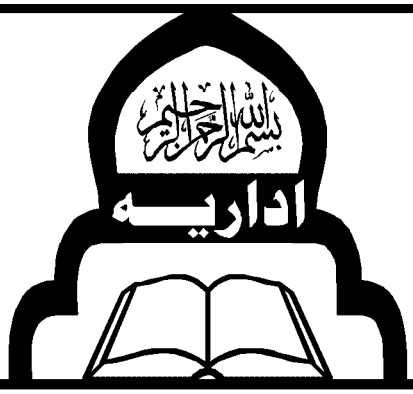

قربانی کی تاریخ

کرونا کی اس وبا کے دور میں، کچھ دنوں کے بعد اسلام کا دوسرا تہوار آنے ولا ہے، جسے مسلمان عید قرباں یا بقرعید کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس تہوار کا ایک عمل، اللہ کے نام پر شریعت اسلامی کے متعین کردہ کسی جانور کا خون بہانا اور اس جانور کی قربانی کرنا ہے، اور احادیث میں صراحت ہے کہ عیدالاضحیٰ کے دن قربانی سے زیادہ کوئی عمل اللہ کو پسند نہیں۔ قربانی کے لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور اس کے نزدیک جانے کا ایک ذریعہ ہے، قربانی کی مختلف صورتیں اور درجات ہیں، ان میں پہلا درجہ خواہشات کی قربانی ہے اور آخری درجہ جان کی قربانی ہے۔ اس کے درمیان میں، مال ومتاع، زندگی کے اوقات، سامان معیشت اور صلاحیتوں کی قربانی کے مراحل آتے ہیں۔ اور مختلف مناسبات سے ان تمام چیزوں کی قربانی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے معاشرہ میں جب قربانی کا لفظ مطلق، یعنی اکیلا بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ قربانی ہوتی ہے، جسے سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم قربانی کی یاد کے طور پر عیدالاضحیٰ میں جانور ذبح کرنے کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بڑے صاحبزادے، حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، وہ حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، ابھی بچے ہی تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے، ان کو اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو، اللہ کے حکم سے اس بنجر اور ویران علاقے میں چھوڑ دیا تھا جو اَب مکہ معظّمہ کے نام سے مشہور ہے، اور ایک شاعر کے الفاظ میں ''جہاں نہ گھاس اگتی ہے نہ اس میں پھول کھلتے ہیں، مگر اس سرزمیں سے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں'' اور جو عالم اسلام کا کعبہ وقبلہ ہے۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل سے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ تمہیں ذبح کررہا ہوں، اب تم بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت اسماعیل نے جواب دیا کہ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے، حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منھ کے بل ذبح کرنے لیے لٹایا تو اللہ تعالی کی طرف سے آواز آئی۔ اے ابراہیم! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، ہم احسان کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں اور ہم نے اس کے لیے ذبح عظیم کا فدیہ دیا۔ مفسرین کا بیان ہے کہ خدا کی طرف سے ایک مینڈھا بھیجا گیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اسی قربانی کی یاد میں ہر سال مسلمان عیدالاضحیٰ مناتے ہیں۔

قربانی کا یہ واقعہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فدائیت کا مظہر ہے، وہیں اِس واقعے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بے مثال جذبۂ جاں نثاری کی شہادت بھی ملتی ہے، اور اس سے نیک صالح اولاد کا کردار بھی متعین ہوتا ہے، اور ہر دور کے اسلامی بچوں کے لئے اس میں ایک نمونہ موجود ہے، ''یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی۔ سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی'' جیسا لافانی شعر کہہ کر اقبال نے اسی پہلو کو واضح کیا ہے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کم سنی ہی میں اللہ رب العزت نے حضرت اسماعیل کو کیسی ذہانت اور کیسا علم عطا فرمایا تھا، حضرت

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا؛ بلکہ محض اپنے ایک خواب کا تذکرہ کیا تھا،لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے کہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے،اور یہ خواب بھی درحقیقت حکمِ الٰہی کی ہی ایک شکل ہے،اس لئے انھوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکمِ الٰہی کا ذکر کیا اور والد بزرگوار کو یہ کہہ کر یقین دلایا ''یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِی اِنْ شَاءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ''(ابا جان! جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کر گذریئے،انشاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے)۔

حضرت ابراہیم کا یہ جذبۂ قربانی اور یہ ان کی فدائیت کہ بیٹے کی گردن گلے پر چھری رکھ دی،اور حضرت اسماعیل کا تسلیم ورضا کا یہ جذبہ کہ بلا جھجک چھری کے نیچے گردن رکھ دی،یہ ثابت کرتا ہے کہ خلیل اللہ اور ذبیح اللہ دونوں نے اپنا حق ادا کر دیا۔جس کی خود ان کے خالق نے بھی تصدیق فرمائی:قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ'' (تم نے خواب سچ کر دکھایا ہم مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں) یعنی اللہ کے حکم کی تعمیل میں جو کام تمہارے کرنے کا تھا اُس میں تم نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور آزمائش میں پورے پورے کامیاب رہے۔ یہ ادائے قربانی اللہ کو اتنی پسند آئی کہ رہتی دنیا تک کے لیے یادگار اور قربِ خداوندی کا ذریعہ بنا دی گئی،اور امت مسلمہ کو قیامت تک کے لئے حکم دیا گیا کہ اس واقعہ کی یادگار میں اسے مناتی رہے۔

حضرت ابراہیم نے اس موقع پر صرف اپنے لختِ جگر اور نورِ نظر کی قربانی پیش نہیں کی،اور اللہ کی راہ میں اپنے بڑھاپے کے سہارے کو قربان نہیں کیا،بلکہ انھوں نے تسلیم ورضا،جاں سپاری اور جاں نوازی کا ایک بے مثال نمونہ پیش کیا تھا،اور تقرب الی اللہ کے لئے اپنی ہر چیز،روزہ،نماز،قربانی وفداکاری،موت وحیات سب کچھ اللہ کے نام کر دیا تھا۔

اصل میں قربانی کی حقیقت تو یہ تھی کہ عاشق خود اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش کرتا؛مگر یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے،اس کو یہ گوارا نہ ہوا؛اِس لیے حکم دِیا کہ تم جانور کو ذبح کرو،ہم یہی سمجھیں گے کہ تم نے خود اپنے آپ کو قربان کر دِیا۔ اِس وَاقعہ (ذبحِ اِسماعیل علیہ السلام) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قربانی اور ذبح کا اصل مقصد جان کا نذرانہ پیش کرنا ہے؛اور اس کے ذریعہ ایک مسلمان میں جاں سپارِی اور جاں نثارِی کا جذبہ پیدا کیا گیا ہے،اور یہی اس کی رُوح ہے،اگر ایک انسان اس قربانی کی جگہ مال ومتاع کا صدقہ کرے،غریبوں کی خبر گیری کرے،رفاہ عامہ کے پروگرام چلائے،اور یہ سمجھے کہ اس سے جان کی قربانی کا حق ادا ہو جائے گا،تو اس سے قربانی کی یہ روح حاصل نہیں کی جاسکتی،کیونکہ قربانی کی رُوح تو جان دینا ہے اور صدقہ کی رُوح مال دینا ہے،صدقہ کے لیے کوئی دِن مقرر نہیں؛اور اس کے لیے ایک خاص دِن مقرر کیا گیا ہے اور اس دن کا نام بھی یوم النحر اور یوم الاضحیٰ رکھا گیا ہے۔

عیدالاضحیٰ کا یہ تہوار،اور اس میں کی جانے والی یہ قربانی ہمیں پیغام دیتی ہے کہ سیدنا ابراہیم کی طرح اللہ کا دین ہم سے جب جس چیز کا مطالبہ کرے،ہمیں اس کے لئے تیار رہنا چاہئے،اور اس سلسلہ میں کسی تاویل وتسہیل کا سہارا نہیں لینا چاہئے، بلکہ اپنی کل متاعِ عزیز کو اللہ کا انعام اور اسی کی دی ہوئی نعمت سمجھ کر قربان کر کے بھی یہ سمجھنا چاہئے کہ:حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ نے ایک موقع پر فرمایا تھا:

''اسلام جب بھی چمکا ہے قربانیوں سے چمکا ہے،آج بھی قربانیوں ہی سے چمکے گا۔ اسلام کے لیے قربانیاں ہوں تو یہ دشمنوں کے گھیرے میں بھی چمکتا ہے،اور جب قربانیاں نہ ہوں تو اپنی بادشاہت میں بھی مٹ جاتا ہے۔''

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا

وصی سلیمان ندوی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی
یادوں کے چراغ

مولانا محمد کلیم صدّیقی

اس حقیر کو اپنی زندگی میں جن شخصیات سے فطری اور طبعی مناسبت کے ساتھ ان کی زاہدانہ زندگی پر آخری درجہ میں رشک اوران کی حقیقی دین داری سے مرعوبیت اور عقیدت رہی، ان میں ممتاز ترین ذات میرے حضرت والا مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے نبیرہ محترم، صدیوں سے لگا تار اہل اللہ و مصلحین، مجددین وعارفین، عاشق سنت اور ماحی بدعت بزرگوں کے مسکن تکیہ شاہ علم اللہ کے روحانی، نورانی اور عرفانی اقدار کے امین، مجاہد ملت، داعی دین، مثالی معلم حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی کے فرزند ارجمند اور جانشین مفکر اسلام سیدی وسندی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے داماد، حضرت مولانا سید محمد حمزہ حسنی ناظر عام ندوۃ العلماء، جن کو ہم ان کی خوردنوازی اور فطری تواضع کی وجہ سے حمزہ بھیا کہا کرتے تھے، کی شخصیت تھی، جن کو حکیم وعلیم، خالق کائنات کے قضاء وقدر کے فیصلہ کے سامنے دل ودماغ اور قلم پر صبر کر کے نوراللہ مرقدہ ورحمۃ اللہ علیہ لکھنا پڑ رہا ہے، وہ رحمت ومغفرت کے موسم بہار ماہ مبارک میں جب جواد اکرم رب کائنات کی طرف سے عطا اور رحمتوں کی بارش ہوتی ہے، اور نیکیوں کا بھاؤ اس کریم رب کی شایان شان مضاعف ہوجاتا ہے، اپنی زندگی بھر کی حسنات کا اجر عظیم پانے کے لئے اپنے رب کے جوار رحمت میں ہم سب کو سوگوار اور روتا بلکتا چھوڑ کر ہمارے گمان کے مطابق: یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیه مرضیه کا مژدہ جاں فزا سن کر جنت الفردوس میں اپنے رب کی آغوش رحمت میں چلے گئے۔

اس دیہاتی اور گنوار جس کو رحمت ایزدی کے جھونکے نے میرے حضرت والا مفکر اسلام حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ کے قدموں میں بلکہ شاہ علم اللہ کی ڈیوڑھی پر لے جا کر ڈال دیا تھا، اور حضرت والا کے قدموں کے صدقہ میں وقت کے اکابرین، دینی جماعتوں، بزرگوں اور اصلاحی جماعتوں اور خانوادوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، ان کا تأثر یہ ہے کہ تکیہ شاہ علم اللہ کے حسنی خانوادہ (جس کے مولانا حمزہ حسنی صاحب ایک قابل قدر اور قابل فخر فرد فرید تھے) وہاں پیدا ہونے والے ہر بچہ کو ماں کے پیٹ سے اللہ تعالی خلقی اور فطری طور پر ایسی صفات جیسے تواضع انکساری، زہد وقناعت، نام ونمود سے وحشت، حب جاہ سے عدم مناسبت، تقویٰ اور استغناء، سنت سے عشق، اور بدعت سے وحشت جیسی بے شمار اور خداداد صلاحیتوں سے نواز کر دنیا میں لاتے ہیں، جن صفات و خصائل حمیدہ کو حاصل کرنے میں دوسرے لوگوں کو ایک زمانہ تک بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کر کے اور بڑے بڑے مجاہدے کر کے بھی حاصل کرنا مشکل ہوتا ہے، ان تمام صفات کا وافر حصہ حضرت مولانا حمزہ حسنی صاحب کو فطری طور پر ملا ہوا تھا، وہ فرمان رسول ﷺ: کن فی الدنیا کأنک غریب او عابر سبیل کی مثالی زندگی گذار کر، اس دنیا میں رہ کر، اُس دنیا سے دل کی دنیا بچا کر اپنے رب کے جوار میں چلے گئے۔

مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی ۱۵؍دسمبر ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ثانوی وعالی تعلیم اور حدیث شریف میں تخصص کیا، ان کے والد مولانا سید محمد ثانی حسنی ندوی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے حقیقی بھانجہ اور والدہ مرحومہ ان کی بھتیجی ہیں اس طرح ان کو شروع ہی سے مفکرِ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اسلام کی شفقت وتوجہ حاصل رہی، ندوۃ العلماء کی مجلسِ انتظامیہ کے رکن منتخب ہوئے، پھر ۱۹۹۹ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے لئے ان کی خدمات حاصل کی گئیں اور ۲۰۰۰ء میں ناظرِ عام ندوۃ العلماء مقرر ہوئے، مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کے انتقال کے بعد اس کے ترجمان ''تعمیر حیات'' کے نگراں مقرر کئے گئے، مارچ ۲۰۱۸ء میں مجلس انتظامیہ نے بالاتفاق نائب ناظم منتخب کیا مولانا خواتین کے رسالہ ماہنامہ ''رضوان'' لکھنؤ کے بھی چالیس سال سے زائد عرصہ تک ایڈیٹر رہے، اور مختلف اداروں کے ذمہ دار اور سرپرستی فرمائی۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء جیسے ملت کی شان سمجھے جانے والے ادارہ کے وہ ایک عرصہ سے ناظر عام تھے۔ گویا عملاً پورے ذمہ دار تھے۔ مگر ان کے دل میں خاتون منزل (لکھنؤ کا محلّہ جہاں حسنی خاندان کے افراد آباد ہیں) سے ندوہ اپنے دفتر میں آنے کے لئے کسی اسکوٹر یا موٹر سائیکل خریدنے کا بھی خیال نہیں آیا۔ وہ رکشہ سے یا کسی آنے جانے والے کے اسکوٹر یا موٹر سائیکل سے ندوہ آتے، اور ہمہ شما کے اسکوٹر پر خاتون منزل سے ندوہ اور ندوہ سے خاتون منزل جاتے تھے۔ ندوہ سے واپس جاتے وقت اسکوٹر سے گر کر کئی بار ان کو تکلیف دہ چوٹیں بھی آئیں، مگر ان کو کبھی کوئی چھوٹی موٹی گاڑی خریدنے کا خیال بھی نہیں آیا۔

۱۹۷۷ء میں اس حقیر کی میرے حضرت والا مفکر اسلام نوراللہ مرقدہ کے قدموں میں غلامانہ حاضری ہوئی، اس وقت سے تکیہ کے ان نوجوانوں میں، جن کو اس دربار کے شہزادوں کی طرح ہم دیکھتے تھے، مولانا حمزہ صاحب ان میں ایک نمایاں فرد تھے، ان سے قریبی واسطہ رہا، اپنے والد محترم حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی ندویؒ کے بعد جب وہ خواتین کے ماہنامہ رضوان کے مدیر بن گئے، اور گوئن روڈ امین آباد میں مکتبہ اسلام کے نام سے قائم ایک مکتبہ کے ذمہ دار ہوئے تو ہم لوگ ان کے پاس وہاں حاضر ہوتے تھے۔ ہمارے رفیق گرامی جناب مولانا عبدالحسیب ندوی سیتاپوری چونکہ رضوان میں کام کر چکے تھے اور وہیں سے پھلت مدرسہ میں آئے تھے، اس تعلق سے بھی حسیب بھائی کے ساتھ ہم لوگوں کی لکھنؤ حاضری ہوتی تو گھومتے گھومتے مولانا حمزہ کے مکتبہ پر جا بیٹھتے اور ان کی بے تکلف ضیافت اور محبت سے فیض یاب ہوتے تھے، اس وقت سے لے کر تقریباً پینتالیس سالہ زمانہ میں ان کی زندگی اور ضروریات میں زمانہ کے تقاضوں اور وقت کے لحاظ سے معیار زندگی میں کوئی تبدیلی ہم لوگوں نے کبھی محسوس نہیں کی۔

یوں تو وہ اس حقیر کو تکیہ کی ڈیوڑھی کا ایک خادم خیال فرما کر شروع سے ہی خاص عنایت کا معاملہ فرماتے تھے، مگر یہ تعلق اور زیادہ قریبی اور جذباتی، حج کے سفر کی رفاقت کی وجہ سے ہوگیا، جب اس حقیر کو ان کے ساتھ حج کے سفر میں مسلسل رفاقت کی سعادت حاصل ہوئی، غالباً سن ۹۳ء میں اس حقیر نے حج کا ویزہ لگوا کر سفر کیا تو جبل کعبہ پر ایک پرانی عمارت میں موسم حج کے لئے ایک سیٹ بک کرلی، علماء اور برصغیر کے خواص سے شرف ملاقات کے لالچ میں مدرسہ صولتیہ حاضری ہوتی تھی، میرے حضرت کے عاشق زار اور معتمد خاص مکہ معظّمہ کے ہمارے کریم میزبان جناب ڈاکٹر عبادالرحمٰن نشاط، ہمارے نشاط بھائی جو مولانا حمزہ کے چند یوم بعد ہی، ماہ مبارک میں اپنے رب کی جوار رحمت میں چلے گئے، وہ اصرار کرکے میرا سامان اٹھا کر اس حقیر کو عزیزیہ جنوبیہ میں اپنے گھر لے گئے، اگلے روز ان کو معلوم ہوا کہ مولانا حمزہ صاحب بھی سفر حج کے لئے آئے ہوئے ہیں، مگر ان کی جائے قیام معلوم نہیں ہے، بہت تلاش وجستجو کے بعد نشاط بھائی کو یہ معلوم ہوا کہ ابھی تک مولانا حمزہ صاحب نے کوئی قیام کی جگہ طے نہیں کی ہے، نشاط بھائی اس حقیر کے ساتھ حرم میں حاضر ہوئے، وہ نماز مغرب کے بعد حرم کے باہر والے صحن میں اپنے حمزہ بھیا کو تلاش کرتے پھر رہے تھے، شاید نشاط بھائی کے حضرت مولانا کے والہانہ تعلق اور مخلصانہ جذبہ کی برکت تھی، کہ عشا کے بعد ہم تلاش کر رہے تھے تو دیکھا کہ مولانا حمزہ صاحب اپنے ایک سادہ سے کپڑے کے بیگ جس میں تین چار جوڑے کپڑے اور احرام کی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

چادریں مختصر سامان تھا، اپنے سر کے نیچے رکھ کے لیٹے ہوئے ہیں وہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ کے نبیرہ تھے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حضرت مولاناؒ کے ڈیوڑھی کے کتے کی بھی ضیافت ومیزبانی کو شرف سمجھنے والے ہزاروں لوگ ہوں گے جو ایک سے ایک اچھے قیام کا نظم کر سکتے تھے، مگر حمزہ بھیا نے کسی کو اطلاع بھی نہیں کی اور ویزہ وٹکٹ بنوا کر ڈائرکٹ کعبۃ اللہ کے مالک میزبان کی میزبانی میں جا کر سیدھے اسی کے در پر پڑ گئے، نشاط بھائی نے اس حقیر کے سامان کی طرح قلیوں کے طرز پر مولانا حمزہ صاحب کا بیگ سر پر رکھا، اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی گاڑی تک جو ذرا فاصلے پر پارک کر رکھی تھی لے گئے، اور اپنے گھر لے گئے اور اس طرح اس حقیر کو پورے سفر حج میں مولانا حمزہ صاحب کی رفاقت کا شرف حاصل رہا۔

حج کے دوران مولانا کو بھی اس درجہ تعلق ہو گیا کہ حج کے بعد مدینہ منورہ کا سفر بھی ساتھ ہوا، اور وہاں پر ہم سب خدام ندوہ، تکیہ کے کریم میزبان سید طارق حسن عسکری جو صرف اہل تعلق کی میزبانی کے لئے حرم کے قریب ہی مکان لے کر ہمیشہ رہتے تھے، ان کے یہاں ہم دونوں نے ساتھ قیام کیا، سفر کے دوران الحمدللہ ایک دوسرے سے بہت قرب پیدا ہوا، وہاں مولانا کا بس حرمین شریفین میں حاضری اور معمولات کے علاوہ لایعنی سے حد درجہ احتراز کے ساتھ دینی کتابوں کے مطالعہ کا مشغلہ رہتا تھا، سفر سے واپسی پر بھی وہ جب ملتے، بے حد اپنائیت اور تعلق سے ملتے۔

میرے حضرت والا نے اس حقیر کو ایک بار تکیہ میں اپنے پاس بلا کر نہ جانے کس پس منظر میں ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے خاندان کی روایت یہ رہی ہے کہ ہم جب کسی سے تعلق قائم کرتے ہیں، تو اپنی طرف سے اسے نہیں توڑتے، خاندانی اقدار کے امین حضرت مولانا حمزہ صاحب سے یہ وصف سیکھنے کا تھا، میرے حضرت والا نوراللہ مرقدہ کے وصال کے چند سال بعد، اور اس حقیر کی شامت اعمال کی وجہ سے، اس حقیر کی خرابیاں اور کم زوریاں اہل تکیہ کے سامنے کھلیں، تو اس حقیر کے لئے تکیہ کی ڈیوڑھی اجنبی سی ہو گئی۔ شاید اس حقیر کی زندگی جو الحمدللہ ہمیشہ شکر کی زندگی رہی، بس وہ کچھ زمانہ اس حقیر کے لئے آخری درجہ میں صبر آزما تھا، جب میری محسن سرزمین ہی میرے لئے اجنبی ہو گئی تھی، مگر اس زمانہ میں بھی مولانا حمزہ صاحب کا کمال ظرف تھا کہ ان کے تعلق اور عنایت میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا، محبّ گرامی جیبی المحترم حضرت مولانا سید عبداللہ حسنی صاحب کے وصال میں جب یہ حال بالکل شباب پر تھا، اور اس حقیر کے بہت سے بہی خواہ مجھے جنازہ میں شرکت کے لئے بہت سختی سے منع کر رہے تھے، مگر اس حقیر سے نہیں رہا گیا اور جنازہ میں حاضری ہوئی، تو اس حال میں بھی مولانا حمزہ صاحب نے دو کرسیاں مدرسہ سید احمد شہید سے منگوا کر مجھے اپنے پاس بٹھایا، دیر تک بیٹھے رہے اور محبت وتعلق کا اظہار فرماتے رہے۔

سادہ طبیعت، رہن سہن کی سادگی اور حد درجہ زاہدانہ زندگی کے باوجود مولانا حمزہ صاحب میں بلا کی انتظامی صلاحیت تھی، مولانا ثانی حسنی میموریل سوسائٹی رائے بریلی، جس کے تحت کئی اضلاع میں تعلیمی، اصلاحی اور رفاہی ادارے قائم تھے، اور اصلاحی کوششیں ہوتی تھیں، وہ اس کا نظم سنبھالتے تھے، تکیہ شاہ علم اللہ کے مدرسہ سید احمد شہید کے انتظامات اور حضرت مولاناؒ کے رمضان اور غیر رمضان کے آنے والے مہمانوں کے ہجوم کا مکمل نظم اور نگرانی خود فرماتے، اور دیکھنے والوں کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ اس پوری کاروائی کے ذمہ دار مولانا حمزہ صاحب ہیں۔

بڑوں نے ان کی اسی انتظامی صلاحیت کو جانچ کر ان کو ندوہ کا ناظر عام بنا دیا تھا، ندوہ کا چپہ چپہ گواہ ہے کہ انھوں نے اس کا حق ادا کیا، زندگی میں اتنی سادگی کے باوجود وہ نظم پر بہت گہری نظر رکھتے تھے، دیانت ان کے مزاج میں متقدمین کی یاد تازہ کرنے والی تھی، اس حقیر کا خیال ہے کہ ندوہ میں کام کرنے والے کتنے ہی کارکنان کے دلوں میں کسی خیانت یا کوتاہی کا خیال آتے آتے ضرور رک

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جاتا ہوگا یہ سوچ کر کہ اس کے ذمہ دار مولانا حمزہ حسنی صاحب ہیں۔

ایک زمانہ سے ان کو شوگر کا عارضہ تھا، اور اس کی وجہ سے مسلسل صحت پر اس کے اثرات بڑھتے جارہے تھے، اسی دوران کئی بار اسکوٹر سے گرنے سے چوٹیں آئیں اور فریکچر بھی ہوگیا، جس کا صحت پر منفی اثر پڑتا رہا، ایک ڈیڑھ ماہ پہلے وہ مسلسل شدید بیماری کی حالت میں، طویل عرصہ تک آئی سی یو میں بھرتی رہے، ان کے سبھی اہل تعلق دعاؤں اور صدقات کا اہتمام کرتے رہے اور الحمدللہ وہ کسی قدر صحت یاب ہوکر گھر آگئے، تو ہم سبھی نے اطمینان کی سانس لی۔ مگر موت کا وقت کب کسی پر رحم کرتا ہے، اور اس کا علاج کون کرسکتا ہے۔ اچانک ماہ مبارک (۲۲ رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ / مطابق ۷ مئی ۲۰۲۱ء جمعہ) کو مسلسل آنے والا ایک پیغام سبھی فرزندان ندوہ اور وابستگان خانوادہ حسنی کو غم ناک کرگیا کہ ہمارے حمزہ بھیا بھی اپنے رب کے جوار رحمت میں چلے گئے۔

مولانا حمزہ صاحب کے، حج کے سفر سے واپسی کے بعد قطب الاقطاب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے خلیفہ جناب صوفی انعام اللہ صاحب نے ان کو بیعت کی اجازت اور خلافت بھی دے دی تھی۔ اس سلسلہ میں ایک لطیفہ بھی یاد آرہا ہے اس حقیر نے اپنے حضرت والا کی عنایت اور شفقت کی وجہ سے ایک بار حضرت والا سے درخواست کی کہ حضرت والا پر پوری دنیا کے مسائل کی ذمہ داری ہے، پوری دنیا میں پھیلے ہوئے حضرت والا کے خدام کے لئے اپنی اصلاح اور دینی دعوتی کوششوں کے لئے ہر بات کے لئے حضرت والا سے رابطہ کرنا ذرا مشکل ہوتا ہے، تکیہ شریف کے سبھی لوگ پوری طرح تربیت یافتہ اور دینی، دعوتی اور اصلاحی ضرورتوں سے واقف ہیں اگر حضرت والا ان کے لئے کچھ حضرات کو اجازت مرحمت فرمادیں تو ہمارے لئے آسانی ہوجائے۔ خصوصا حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی دامت برکاتہم، حضرت مولانا سید واضح رشید صاحب، مولانا حمزہ حسنی صاحب، مولانا سید عبداللہ حسنی مرحوم اور مولانا سید بلال حسنی صاحبان کا نام اس حقیر نے اپنی عقل کے مطابق تحریر کیا تھا، اس حقیر کا یہ عریضہ تکیہ کے پتہ پر تھا، اس وقت وہاں پر صرف مولانا حمزہ صاحب ہی تشریف رکھتے تھے۔ حاجی عبد الرزاق صاحب نے اور وہاں تکیہ پر موجود کچھ لوگوں نے میری حاضری پر مزے لے کر یہ بات سنائی، کہ حضرت مولانا نے میرا عریضہ پڑھ کر مولانا حمزہ صاحب کو بلوایا، مولانا حمزہ صاحب خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت والا نے ہنستے ہوئے فرمایا، کہ کلیم نے تمہیں خلافت و اجازت دینے کے لئے لکھا ہے۔ ہم تمہیں اجازت تو دیں گے مگر ذرا بعد میں۔ بات اگرچہ ہنسی میں گذر گئی، مگر حضرت مولانا کے یہ جملے حضرت مولانا حمزہ صاحب نے حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ کے اعتماد کے آئینہ دار ہیں۔

یقیناً وہ ایک مثالی زندگی جی کر، جس کو مرنے کے بعد کے لئے کیسے جیا جاتا ہے، سیکھنے والوں کے لئے اپنی زندگی کے نورانی خطوط چھوڑ کر چلے گے، ہمارے حضرت والا سیدی وسندی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب کے لئے خصوصا، ان کے دست راست حضرت مولانا واضح رشید نوراللہ مرقدہ کے بعد، مولانا حمزہ صاحب کی ذات ایسی تھی جس سے ان کو حد درجہ طبعی، مزاجی اور فکری مناسبت تھی، اور جن پر ندوہ کے انتظامی امور میں کمال اعتماد حاصل تھا، ان کا وصال دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، خصوصا ہمارے حضرت والا کے لئے بظاہر ناقابل تلافی نقصان وخسارہ ہے، مگر اللہ تعالی کی ذات علی کل شئ قدیر، فعال لما یرید ہے، وہ اندھیرے سے دن کو نکالنے والی ہے۔ رب کریم اپنے فضل سے خاندان تکیہ میں کسی کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

مولانا حمزہ صاحب اس حقیر کے محبوب اور چہیتے محسنین میں تھے، ان کا اس حقیر پر بڑا حق ہے، یہ حقیر قارئین ارمغان سے مولانا محترم کے لئے زیادہ سے زیادہ دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے۔ ایسے محسن کے لئے قارئین اور اہل تعلق کا ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کرنا اس حقیر پر ذاتی احسان ہوگا۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

عیدِ قرباں کا پیغام

مولانا نثار احمد حصیر القاسمی
سکریٹری اکیڈمی آف ریسرچ اینڈ اسلامک اسٹڈیز حیدرآباد

اسلام میں عید وتہوار عبادت وبندگی کا مظہر اور روحانیت کا پرتو ہوتے ہیں، ان ایام میں صاحب ایمان محسوس کرتا ہے کہ اللہ کی اطاعت وبندگی اور اس کی فرماں برداری سے کس حد تک اس کا تعلق اور درس گاہ ایمان واعمال صالحہ سے کس قدر اس کی وابستگی ہے، وہ اسلامی شعائر کو انجام دے کر اور عبادت کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کر کے کس طرح اللہ کے نزدیک مقام ومرتبہ اور عزت وشرف حاصل کرسکتا ہے، کیونکہ یہ عبادات وشعائر اسی لئے مشروع کئے گئے ہیں کہ یہ احساس عبدیت کو جگاتے، نفوس کو پاک وصاف کرتے اور اندرونی آلائشوں کو دھو کر اسے نکھارتے ہیں۔

عید قرباں بلاشبہ بڑی خوشی وشادمانی لے کر آتی ہے، یہ اور بات ہے کہ موجودہ حالات میں وباء کے پھیلاؤ کے وقت ہم اس کے کما حقہ اظہار سے قاصر اور شعائر اسلام کی ادائیگی سے بڑی حد تک بے بس وعاجز ہیں، مگر ہمیں اس بات پر خوشی ہے کہ ہم اسلام کی دولت سے مالا مال اور اس کے بتائے ہوئے قواعد وضوابط اور تعلیمات وہدایات پر عمل کرنے کے لئے پرجوش وحوصلہ مند ہیں۔

ہماری یہ عید درحقیقت ہمارے لئے انبیاء ورسل کے ساتھ کئے گئے عہدِ وفاء کی تجدید اور ان کی سیرتوں کو اپنانے کی تلقین ہے کہ کس طرح انہوں نے مشکل حالات کا مقابلہ کیا، راہ خدا میں مصائب وآلام برداشت کئے اور بلند حوصلے اور امید وبیم کے ساتھ کس طرح حالات کا رخ موڑا اور مایوسی کو خوشی وشادمانی میں تبدیل کیا۔ انہوں نے اپنے عزم وحوصلے، جانفشانی، انتھک محنت اور کچھ کر گذرنے کی لگن کے ساتھ لوگوں کو اور آنے والی نسل اور قیامت تک کے لئے بنی نوع انسان کو پیغام دیا کہ اگر انہیں کامیابی حاصل کرنی ہے تو وہ حالات کا مقابلہ کریں، انبیاء کی سیرتوں کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں، اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر قدم آگے بڑھاتے رہیں اور مایوسی وناامیدی کو اپنے اندر درآنے کا کبھی موقع نہ دیں۔

آج ہم اگر صحیح معنوں میں عید قرباں منانا چاہتے اور سنت ابراہیمی کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو ہمارا سب سے پہلا فریضہ ہے کہ ہم اپنے دلوں کو صاف کریں، حق وصداقت پر جمے رہنے کا عزم کریں اور خود اپنے اندر غور کریں کہ ہمارا اعتماد وبھروسہ اللہ پر کس حد تک ہے، ہم اللہ کی وحدانیت کا کس حد تک عملی ثبوت پیش کررہے ہیں، ہم اللہ کی باتوں کو کتنا مان رہے اور اس کے مطابق عمل کررہے ہیں، ہم کس قدر آپس میں بھائی چارگی کو فروغ دے رہے ہیں، ہم کہاں تک اپنوں، رشتہ داروں اور عام مسلمانوں کے حقوق ادا کررہے ہیں۔ ہم کس قدر سماج کو جوڑنے اور انتشار سے دور رکھنے کا کام کررہے ہیں، ہم کس قدر اتحاد واتفاق قائم کرنے کے لئے کوشاں اور سماجی تعاون کو فروغ دینے کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ہم کس قدر یتیموں، اسیروں، اور بیواؤں کا سہارا بن رہے ہیں۔ ہم کس قدر مظلوموں کی مدد کے لئے دست تعاون دراز کررہے اور فقراء ومساکین کی حاجت روائی کررہے ہیں، ہم کس حد تک چھوٹوں کے ساتھ شفقت ورحمت کا برتاؤ کررہے ہیں اور بڑوں کی عزت وتوقیر کرتے ہوئے باہمی الفت ومحبت کو عام کررہے ہیں۔

ہم کہاں تک اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ مسلمانوں کے درمیان اخوت اور الفت ومحبت عام ہو، ان کے حالات کس

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

طرح بہتر ہوں، انہیں کس طرح فائدہ پہنچایا جاسکتا ہے، انہیں کس طرح ظالموں کے ظلم سے بچایا جاسکتا ہے اور جابروں کے جبر کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔

ہماری عید خوشی کا پیغام اسی وقت لاسکتی ہے جبکہ ہمارے شب وروز اس طرح گزریں کہ ہم اللہ کی نافرمانی سے کنارہ کش ہوں، ہمارے قلوب آپسی کدورتوں سے صاف ہوں، ہم قطع رحمی سے تائب ہوکر صلہ رحمی کے ساتھ زندگی گذار رہے ہوں، ہماری دونوں عیدیں بڑی عظیم الشان عبادتوں کے اختتام اور اس کے نچوڑ کے طور پر آتی ہیں، عیدالفطر رمضان کے روزوں کے بعد اور عیدقرباں حج کے سب سے اہم اور بڑے رکن وقوف عرفہ کے بعد جس میں ایک اہم پیغام اور اشارہ پوشیدہ ہے۔

عید صرف اس کا نام نہیں کہ ہم نماز عید وقربانی جیسی بعض عبادتوں اور بعض دینی امور کو انجام دے کر فارغ ومطمئن ہوجائیں، اور قربانی پیش کرکے سمجھیں کہ ہم نے حق ادا کردیا، بلکہ ہماری عید اسی وقت صحیح معنوں میں عید ہوسکتی ہے جب ہم اس کے اندر چھپے پیغام کو سمجھیں اور اس پر عمل پیرا ہوں، امت کے ہر فرد اور ہر جماعت وگروہ کے درمیان ہم اتحاد واتفاق پیدا کرنے کی کوشش کریں، امت کے ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ کے ہر فرد کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھیں، اسے حل کرنے کی مشترکہ جدوجہد کریں، امت کے درد کو اپنا درد سمجھیں، غریبوں، یتیموں، بیواؤں، مظلوموں، بے کسوں اور بے روزگاروں کی حاجت روائی کریں اور ان کا سہارا بنیں، اور رسول اللہ ﷺ کی اس وصیت کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمائی تھی اور ہر طرح کی گروہ بندیوں اور تفرقہ پردازیوں کا خاتمہ کیا تھا، ہماری یہ عید ہم سے متقاضی ہے کہ ہم اس موقع سے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں، اس کی توفیق ونعمتوں پر اس کا شکر بجالائیں، صلہ رحمی کریں اور اردگرد کے لوگوں کی خبر رکھیں، اور اس کی دوسروں کو دعوت دیں۔

ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ہماری یہ دونوں عیدیں دو اہم عبادتوں کی انجام دہی اور اس کے اختتام پر کیوں مشروع کی گئی ہیں، عیدالفطر رمضان کے روزوں کے بعد ہے جس میں انسان اپنے نفس کے ساتھ بڑا مجاہدہ کرتا، اپنی خواہشات ومرغوبات کو قربان کرتا اور حکم خداوندی کو نفسانی خواہشات اور جسمانی تقاضوں پر غالب کرتا ہے، اسی طرح عیدقرباں وقوف عرفہ کے بعد آتی اور اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ انسان گویا دنیوی آلائشوں، مادی وابستگیوں اور سارے دنیوی تعلقات سے آزاد ہوکر اللہ سے جڑ چکا ہے وہ توحید اور اخلاص وللّٰہیت کا علمبردار بن چکا ہے اور اس کا عملی ثبوت جانور قربان کرکے دیتا ہے، جو اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ انسان کو جن جن چیزوں سے خاص تعلق ووابستگی ہوتی اور جن چیزوں سے والہانہ الفت ومحبت ہوتی ہے اسے بھی وہ رضائے الٰہی کے لئے قربان کرسکتا ہے، راہ خدا میں اگر مال ومتاع، اولاد وقرابت، دولت وثروت، جاہ ومنصب بھی حائل ہوتو وہ اسے بھی قربان کرسکتا ہے، اور دنیا وآخرت میں اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لئے کچھ بھی کرگذرنے کے لئے تیار ہے، خواہ اسے دنیا کی ہر چیز قربان کردینی پڑے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑے امتحانوں سے گذرنا پڑا، اور وہ ہر امتحان میں نہ صرف کامیابی حاصل کرتے رہے بلکہ قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے اسوۂ ونمونہ چھوڑ گئے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذِابتَـلـیٰ ابراھیمَ ربُّہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما (البقرۃ:124)

اور جب ابراہیم علیہ السلام کو ان کے رب نے کئی کئی باتوں (یعنی احکام، مناسک، ذبح ولد، ہجرت، نارنمرود، وغیرہ) سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کردیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنادوں گا۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

صاحبزادہ اسماعیل کو ذبح کررہے ہیں، اورانہوں نے اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

پھر جب وہ بچہ اتنی عمر کو پہنچا کہ اس کے ساتھ چلے پھرے تو ابراہیم نے کہا کہ میرے پیارے بچے، میں خواب میں اپنے آپ کو تجھے ذبح کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے، بیٹے نے جواب دیا کہ ابا جو حکم ہوا ہے اسے بجالائیں ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔(الصافات:102)

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کا یہ عمل جسے باری تعالیٰ بڑی شان سے قرآن میں ذکر کے امت کو اس جانب توجہ دینے و اختیار کرنے کی ترغیب دلا رہے ہیں، رب ذوالجلال اور خالق کائنات کی مشیت ومرضی پر کامل ایمان ومحکم یقین کی قابل فخر مثال ہے، اللہ کا لطف وکرم، رحمت وشفقت اور عنایت وفضل ہرانسان کے ساتھ عام ہوتا ہے، انسان جب سخت مشکل گھڑی میں گھرا اورامتحان وابتلاء سے دوچار ہوتا ہے تو اس وقت بھی اللہ کا رحم وکرم شامل حال ہوتا ہے۔

حدیث قدسی میں ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ جب مخلوق کو پیدا کرکے فارغ ہوئے تو لوح محفوظ میں لکھ دیا جو عرش پر ہے کہ ”میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے“۔ (بخاری7534, 3194, 7404، مسلم 2751)

انسان اگر یہ ذہن میں رکھے کہ اس ابتلاء وآزمائش میں بھی اللہ کی حکمت ومصلحت ہے، اوروہ اس کے ذریعہ رحم وکرم اورلطف وعنایت کی بارش برسانا چاہتے ہیں تو بندہ آسانی کے ساتھ آزمائش کے اس موج مارتے سمندر سے پارلگ سکتا ہے۔

آج ہمیں رسول اللہ ﷺ کا حجۃ الوداع اوراس میں دیا گیا آپ کا نہایت بلیغ وجامع خطبہ یاد آرہا ہے جس میں ساری انسانیت کے لئے سبق اورعبرت وموعظت ہے۔اس خطبہ میں آپ ﷺ نے دیگر باتوں کے علاوہ کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے اور اہل بیت کے ساتھ اپنی وابستگی قائم رکھنے، ان کے حقوق ادا کرنے اوران سے محبت کرنے کی وصیت کی ہے۔

ہماری یہ عید ہم سے متقاضی ہے کہ ہم سماج کی بھلائی کے لئے قربانی دینے کے لئے تیار ہوں، ہم آپسی پھوٹ کو پس پشت ڈالیں، ہمارے درمیان جو حائل دیواریں ورکاوٹیں ہیں، انہیں دور کریں، ہم دوسرے مسلمانوں کے لئے امن وامان کے پیغام بر بنیں، اپنے قرابت داروں ورشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کریں، اپنے پاس پڑوس کی خبر گیری کریں، ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھیں، ان کے مسائل کو اپنے مسائل باور کریں، سماج کو باہمی تعاون کے اسلامی اصول پر استوار کریں کہ ان میں میل ملاپ، الفت ومحبت، اتحاد واتفاق اور بھائی چارگی کا ماحول پیدا ہو۔ خیرخواہی کا جذبہ پروان چڑھے، آپسی رنجشوں، کدورتوں، بغض و حسد، کینہ کپٹ، عداوت ودشمنی اور جذبہ انتقام کا خاتمہ ہو، اورعفو ودرگذر وایثار وقربانی ہمارا شعار بنے۔

ذرا غور کریں کہ کیا ہم مسلمان رسول اللہ ﷺ کی ان احادیث اوران ہدایات کے مطابق زندگی گذار رہے ہیں، کیا ہم کتاب اللہ سے جڑے ہیں، کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت و احادیث پرعمل پیرا ہیں، کیا ہم نے اہل بیت کی سیرت کو اپنایا ہے، کیا ہمارا تعلق ان تعلیمات وہدایات کے ساتھ گہرا ہے، کیا دوسرے مسلمانوں کی جان ومال اورعزت وآبرو ہماری زیادتیوں اوردست درازیوں سے محفوظ ہے؟

اگر ہم واقعی عید منانا چاہتے اورقربانی دے کر اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم کتاب و سنت سے جڑیں، اہل بیت کی سیرت کو اپنائیں، اوران تعلیمات پرعمل کریں جس کی وصیت رسول اللہ ﷺ نے کی ہے۔اس کے بغیر ہماری عید بے معنی اور ہماری قربانی بے قیمت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

قد یئس الشیطان بان یعبد بارضکم.....

شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ تمہاری اس سرزمین میں اب اس کی عبادت کی جائے گی۔ مگر وہ اس بات سے خوش اور راضی ہے کہ اس کی اطاعت وفرماں برداری کی جائے گی دیگر جگہوں پر ان امور میں جن کو تم معمولی سمجھتے ہو، اس لئے لوگو! تم لوگ اس سے آگاہ ومتنبہ اور ہوشیار رہو، میں نے تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھام لیا تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، اور وہ چیز ہے اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلعم کی سنت، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی مسلمان کے لئے اپنے دوسرے مسلمان بھائی کا مال حلال نہیں، سوائے اس کے جو وہ اسے خوش دلی سے دے، ایک دوسرے پر ظلم، اور نا انصافی نہ کرنا، اور میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہوجانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

(مستدرک حاکم، 318، سنن کبریٰ للبیہقی، 20838)

حضرت سلیمان بن عمرو بن الاحوص اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے سنا کہ آپ نے خطبہ کے دوران صحابہ سے سوال کیا:

یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ یہ حج کا سب سے بڑا دن ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا! تمہاری جان، تمہارا مال اور تمہاری آبرو تمہارے اوپر حرام ہے، اس دن اور اس شہر کی حرمت کی طرح، خبردار کوئی کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے، جو ظلم کرے گا اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہوگا، کوئی والدین اپنی اولاد پر زیادتی نہ کریں، آگاہ رہنا کہ شیطان مایوس ہو چکا ہے کہ اب تمارے ان شہروں میں کبھی بھی اس کی عبادت کی جائے گی، البتہ اس کی اطاعت وپیروی کی جائے گی ان اعمال کے اندر جسے تم معمولی سمجھتے ہو، وہ اس پر راضی وخوش رہے گا۔

(سنن ترمذی 2159، التمہید لابن عبدالبر 331/24، صحیح الجامع للالبانی 2937، حدیث صحیح)

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے اندر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

میں تمہارے درمیان ثقلین (دو وزنی چیزیں) چھوڑ کر جارہا ہوں، پہلی چیز تو کتاب اللہ ہے جس میں نور وہدایت ہے، اس لئے اللہ کی کتاب کو پکڑ لو، اور اسے مضبوطی سے تھام لو، پھر کتاب اللہ کے بارے میں خوب ترغیب دی اور اس پر عمل کرنے کے لئے لوگوں کو ابھارا، پھر فرمایا: اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں یاد دہانی کراتا ہوں، یہ بات آپ ﷺ نے تین بار دہرا کر اہل بیت کے حقوق کا خیال رکھنے کی بار بار وصیت کی اور ان سے محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیا۔

(صحیح مسلم 1218)

اس وقت ہند پاک ہی نہیں بلکہ ساری دنیا میں جہاں کہیں بھی مسلمان ہیں اس پھیلی ہوئی وبا کے زمانہ میں بھی کعبۃ اللہ کے معمار اول اور بڑے مؤحد کی بڑی قربانی کی یاد منانے کی تیاریاں کررہے ہیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح ان کی قربانی کو حسن قبول عطا فرمایا وہ ہماری قربانی کو بھی قبول فرما سکتے ہیں، بشرطیکہ ہمارے اندر بھی وہی اخلاص وللّٰہیت اور ایمان ویقین ہو، ہم اپنے اندر جھانک کر دیکھیں کہ کیا ہم نے اسے مقبول کرانے کی کوشش کی ہے؟ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ہماری یہ قربانی بے حقیقت رسم نہیں کہ کچھ مال وزر خرچ کرکے اور ایک جانور خرید کر ذبح کردینے سے ادا ہوجاتی ہو، خلیل اللہ کی قربانی ایسی نہیں تھی بلکہ ان کا عمل وہ تھا جس کا ذکر خود باری تعالیٰ نے فرمایا ہے:

میری نماز، اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لئے ہے، جو سارے جہان کا مالک ہے۔ (الانعام:162)

ان کا اعتماد وایمان اللہ پر تھا، وہ حکم خداوندی کے سامنے اپنی ساری محبتوں، الفتوں اور دلی خواہشات کو قربان کرنے والے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تھے، وہ چہیتے اور بڑی تمناؤں، آرزوؤں اور دعاؤں کے بعد بڑھاپے میں ہونے والی اولاد کو خدا کی راہ میں چھری کے نیچے لے آنے والے تھے، ہم ذرا غور کریں کہ ہمارا عمل کیا ان کے اعمال سے کوئی مناسبت رکھتا ہے؟ وہ اولاد کو ذبح کرنے کے لئے تیار تھے مگر ہم اپنی اولاد کو مغربی تہذیب اور ان کے سانچے میں ڈھالنے سے روکنے کے لئے تیار نہیں، ہم انہیں دین کی خدمت کرنے کے لئے تیار کرنے پر راضی نہیں، بلکہ اگر ہم سے کہا جائے کہ بچوں کو دینی تعلیم دیں، یہود و نصاری کی روش اور ان کے لباس و پوشاک سے دور رکھیں، ان کی تہذیب اختیار کرنے سے انہیں بچائیں تو کہنے والے کا ہی مذاق اڑایا جاتا ہے، بھلا اس کے باوجود ہماری یہ قربانی عند اللہ مقبول ہوسکتی ہے اور اس طرح کی بے روح قربانی کیا معنی رکھتی ہے؟ اگر ہم واقعی قربانی کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ہم اپنی انا کو قربان کریں، ایثار و تحمل، بے نفسی و بے لوثی، خدمت خلق و خلوص و خیر خواہی کو اپنائیں، انتقامی جذبات کو قربان کریں، اور اپنی عیش و عشرت کو راہ خدا میں قربان کریں۔ تب جا کر ہماری جانوروں کی قربانی حقیقی قربانی ہوگی۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

سیاست نہیں آخرت

۲۷ ستمبر ۱۹۷۲ء کا واقعہ ہے، مولانا سید اسعد مدنیؒ صدر جمعیت علمائے ہند، مصر اور سعودی عرب کے سفر سے واپس لوٹے تھے، مسجد عبدالنبی نئی دہلی میں ایک مجلس تھی، لوگ مولانا سے سوال کر رہے تھے، اور مولانا لوگوں کو ان کے سوال جواب دے رہے تھے، سوالات کے دوران ایک صاحب نے پوچھا، مولانا موجودہ حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، مولانا اسعد مدنی نے اس کے جواب میں کہا:

''مسلمان جب تک سیاست کے غم میں مبتلا رہے گا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا، یہ اسلام کی نہایت غلط تشریح ہے، کہ انبیاء علیہ السلام سیاسی نظام قائم کرنے کے لئے آئے تھے، انبیاء کے سامنے اصلا آخرت ہوتی تھی، وہ لوگوں کو خدا کے غضب سے ڈراتے تھے، ان کا حال اس باپ کا سا ہوتا تھا جس کا لڑکا آگ کے شعلے میں گر رہا ہو اور وہ اس کو اس سے کھینچنے کی کوشش کرے، اس سلسلہ میں سب سے بڑا مسلم لیگ نے پہنچایا ہے، تقسیم کی تحریک نے نفرت کی جو آگ پھیلائی، اس نے ملک کے دونوں فرقوں کو ایک دوسرے سے اتنا دور کر دیا کہ اب ہماری کوئی بات صحیح روشنی میں دیکھی نہیں جاتی، تعصب کے جواب میں جو تعصب پیدا ہوا، اس نے ساری راہیں مسدود کر دیں، میں حضرت (مولانا سید حسین احمد مدنی) سے نسا ہے کہ کلکتہ کی مسجد جو مسجد نا خدا کے نام سے مشہور ہے، صرف اسی مسجد میں تقسیم سے پہلے یہ حال تھا کہ ہر روز تقریبا ایک سو آدمی آکر اسلام قبول کرتے تھے، تقسیم سے پہلے کچھ دنوں تک مولانا حسین احمد مدنی مسجد نا خدا میں خطیب تھے، یہی کیفیت پہلے سارے ملک میں تھی، ہر روز لوگ سیکڑوں کی تعداد میں اسلام کے حلقہ میں داخل ہو رہے تھے، یہ سب کچھ تقسیم کی منافرت کی پالیسی کے نتیجہ میں ختم ہوگیا''۔ (الجمعیت ویکلی دہلی / ۲۴ / مارچ ۱۹۷۳ء ص ۳)

موجودہ مسلمانوں کی سب سے بڑی غلطی یہی ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ہر قیمت پر دعوت کے مواقع کو دوبارہ زندہ کریں، اگر انھوں نے ایسا نہیں کیا تو اندیشہ ہے کہ وہ خدا کے قانون کی زد میں آجائیں گے اور پھر کوئی چیز نہ ہوگی جو انہیں خدا کی پکڑ سے بچا سکے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مدارس کو کمزور نہ ہونے دیں!

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

گزشتہ سال ہندوستان میں جب کورونا کی وباء آئی تو مارچ کا مہینہ تھا، اپریل کے مہینہ میں رمضان المبارک شروع ہوگیا اور کئی مہینے شدت کے ساتھ یہ وبا مسلط رہی، کاروبارِ زندگی تھم سا گیا ملک کی معیشت کو بہت نقصان پہنچا، خاص کر رمضان المبارک اور عید الفطر کی مناسبت سے جو خرید وفروخت ہوا کرتی تھی، وہ بہت زیادہ متأثر ہوئی، تاجروں کے ساتھ ساتھ ایک بڑا نقصان دینی مدارس کے وسائل کا ہوا، دینی مدارس کی آمدنی کے دو بنیادی ذرائع تھے:

ایک: بقرعید میں چرم قربانی

دوسرے: رمضان المبارک میں زکوٰۃ

چرم قربانی کی آمدنی تو کئی سال پہلے ہی سے ایک حد تک ختم ہوگئی ہے؛ کیوں کہ چمڑے کی قیمت اس قدر گرگئی ہے یا گرادی گئی ہے کہ اب تو وصول کرنے اور منڈیوں کو پہنچانے کے اخراجات چمڑے کی قیمت سے زیادہ ہوجاتے ہیں، یہاں تک کہ بہت سے مدارس نے چرم وصول کرنا چھوڑ دیا ہے۔

گزشتہ سال کے لاک ڈاؤن نے رمضان المبارک کی آمدنی کو بھی غیر معمولی حد تک متأثر کردیا، اس بات کی توقع کی جارہی تھی کہ اس رمضان المبارک میں گزشتہ کمی کی تلافی ہوجائے گی؛ لیکن ہوا یہ کہ اس سال بھی مارچ ہی سے کورونا کی وباء پہلے سے زیادہ شدت کے ساتھ مسلط ہوگئی، اسفار بند ہوگئے، مدارس کے نمائندے اہل خیر کے پاس پہنچنے سے قاصر ہوگئے، عام طور پر تاجر لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، ان کی تجارت بھی توقع کے مطابق نہیں ہوئی، نتیجہ یہ ہے کہ اس سال بھی دینی مدارس کو کما حقہ تعاون حاصل نہیں ہوسکا۔

بعض لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ چوں کہ گزشتہ سال سے مدارس بند رہے اور بہ ظاہر اس سال بھی چند ماہ کے بعد ہی کھل سکیں گے؛ اس لئے مدارس کا تعاون کیوں کیا جائے؟ مگر یہ صحیح نہیں ہے، مدارس کے بجٹ کا بڑا حصہ مطبخ اور اساتذہ وعملہ کی تنخواہوں کا ہوتا ہے، اس کے علاوہ بجلی، پانی، صفائی ستھرائی، حفاظتی عملہ ان سب پر اچھی خاصی رقم خرچ ہوتی ہے، ان میں سے صرف مطبخ کے اخراجات اس موجودہ صورت حال میں کم ہوئے ہیں، بقیہ سارے اخراجات اپنی جگہ قائم ہیں؛ اس لئے یہ سمجھنا درست نہیں ہے کہ مدارس کو اس وقت تعاون کی ضرورت نہیں ہے۔

ضرورت ہے کہ مسلمان مدارس کی اہمیت کو محسوس کریں، دنیا میں ایسے بہت سے علاقے ہیں جہاں مسلمانوں کے اقتدار کا سورج طلوع ہوا، بام عروج تک پہنچا اور پھر مائل بہ انحطاط ہوکر ڈوب گیا، ایشیاء اور یورپ میں متعدد ممالک ہیں جہاں یہ کیفیت پیش آئی اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ ہماری شامتِ اعمال اور کوتاہیوں کا نتیجہ ہے، عام طور پر جن ملکوں میں مسلمان ان حالات سے دوچار ہوئے، وہاں اسلامی تہذیب کا چراغ یا تو ہمیشہ کے لئے بجھ گیا، یا اس کی لَو ایسی مدّھم ہوئی کہ وہ نہ ہونے کے درجہ میں ہے، وہاں لوگ اسلامی تعلیمات اور اپنے مذہبی تشخصات سے ایسے محروم ہوئے کہ ان کے دلوں سے احساس زیاں بھی جاتا رہا، انھوں نے کلی طور پر مادیت کے سامنے سر جھکا دیا، اسپین، مغربی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اورمشرقی یورپ کے بعض علاقے اورروس وچین کے مسلم اکثریتی صوبے اس کی واضح مثال ہیں، اسپین تو اس کی بدترین مثال ہے، جو کسی زمانہ میں علم وفن اور تہذیب وتمدن کا دارالخلافہ تھا اور عالم اسلام میں اس کی حیثیت کسی تاجِ گہر بار سے کم نہیں تھی؛ لیکن جب مسلمانوں کا تخت اقتدار پاش پاش ہوا تو اسلامی ثقافت کے تمام ہی نقوش نے وہاں سے رختِ سفر باندھا اور چند بے جان و بے روح عمارتوں کے سوا جو قصۂ ماضی پر نوحہ کناں ہیں، ان کی کوئی اور شناخت باقی نہیں رہی۔

ہندوستان کا معاملہ یقیناً اس سے مختلف ہے، یہاں یوں تو اسلام ابتدائی عہد میں ہی آچکا تھا اور تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ہی ہندوستان کے ساحلی علاقوں تک اسلام کی روشنی پہنچ چکی تھی؛ لیکن اگر مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کی تاریخ بھی دیکھی جائے تو ہند اور سندھ کے علاقہ پر انھوں نے کم وبیش آٹھ سو سال حکومت کی ہے، اس عہد کو سماجی ارتقاء اور فلاحی اعتبار سے ہندوستان کا ''عہدِ زریں'' کہا جاسکتا ہے، افسوس اتنی طویل مدت میں مسلمانوں نے سیاسی اور عسکری مہم جوئی پر جتنی توجہ کی، اسلام کی دعوت وتبلیغ پر اس کا عشر عشیر بھی توجہ نہیں دی؛ ورنہ یقیناً اس ملک کا نقشہ بدلا ہوا ہوتا اور اس کے باشندے مسلمانوں کو اپنی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنا کر رکھتے، بہر حال! یہ مسلمانوں کی ایسی کوتاہی ہے کہ شاید ہی اس کا کوئی کفارہ ہوسکے اور آج مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں، وہ اسی کوتاہی کا نتیجہ ہیں۔

تاہم یہ ضرور ہے کہ مسلمانوں نے تخت وتاج سے محروم ہونے کے باوجود اس ملک میں اپنی شناخت کو باقی رکھا ہے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں اپنے مذہب سے جس درجہ کی وابستگی پائی جاتی ہے، کوئی قوم نہیں جو اپنے مذہب سے اس درجہ وابستہ ہو، اس گئی گذری حالت میں بھی مسجدوں کی آبادی اور رمضان المبارک کے اہتمام کو دیکھئے، زکوٰۃ وانفاق اور کثیر صرفہ کے باوجود حج وعمرہ کی ادائیگی کو سامنے رکھئے اور نکاح و طلاق وغیرہ کے مسائل میں قانون شریعت کے احترام پر نظر کیجئے تو بہ مقابلہ مسلمانوں کے دوسری اقوام میں ایک فیصد بھی اپنے مذہب پر عمل کا اس درجہ اہتمام نہیں ملے گا، کسی اور قوم میں افتاء اور قضاء کے ادارے نہیں ہیں، جہاں لوگ اپنے معاملات، کاروبار اور نجی زندگی کے بارے میں بھی درست و نادرست اور حلال و حرام کے بارے میں استفسار کرتے ہوں، یہ بہر حال بحیثیت قوم کے مسلمانوں ہی کی خصوصیت ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کو اسلام سے مربوط رکھا ہے۔

ہندوستان اور دوسرے ممالک کے تئیں یہ فرق کیوں ہے؟ گذشتہ ایک صدی میں جو اسلامی تحریکات اٹھی ہیں اور تحریکی شخصیتوں نے جنم لیا ہے، زیادہ تر ان کا منبع وسرچشمہ ہندوستان ہی ہے، اس لئے یہ اہم سوال ہے جو سوچنے والوں کو متوجہ کرتا ہے! اگر غور کیا جائے اور حقیقت پسندی کے ساتھ دیکھا جائے تو اس کا جواب ایک ہی ہے، اور وہ ہے دینی مدارس کا نظام! ہندوستان پر جوں ہی انگریزوں کو غلبہ حاصل ہوا اور اسلام کے خلاف سیاسی اور تبلیغی کوششیں شروع ہوئیں، تخت وتاج سے بے نیاز اور حکومت واقتدار کی حرص سے آزاد دردمند اور بلند نگاہ علماء کے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ صرف سیاسی مزاحمت سے اس طوفان کا مقابلہ ممکن نہیں، اب اسلام کی حفاظت وبقا کے لئے مثبت تدبیر مطلوب ہے اور اس تدبیر کو انھوں نے سرکاری مداخلت سے آزاد ایسے دینی تعلیم کے نظام کی صورت میں دریافت کیا، جو غریب سے غریب مسلمانوں کے گھر میں بھی علم کی شمع جلا سکے اور ہر کچے پکے گھر میں دینی تعلیم کی شعاعیں پہنچ سکیں۔

ہمارے بزرگوں نے مدارس کے اس نظام کو نہایت ہی معمولی اور سادہ حالت میں رکھا، ابتدائی دور میں مدارس کی عمارتیں بہت معمولی تھیں، جو نگاہوں میں چبھتی نہیں تھیں، کم تنخواہیں پانے والے مدرسین وخدام جو سیدھی سادی زندگی بسر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کرتے ہوں، فقیرانہ لباس میں ملبوس طلبہ جن کا سراپا ان کی سادگی اور درویشی پر گواہ ہو، یہ ادارے مستقل اور قابل بھروسہ مالی وسائل سے محروم ہیں، عام مسلمانوں سے چند روپیوں کی مدد ہی ان کا توشہ سفر ہے، مدارس کی یہ سادگی ایسی تھی کہ لوگ اس کی طرف مڑکر دیکھتے بھی نہیں تھے اور سوچتے تھے کہ خس پوش جھونپڑیوں میں رہنے والے بوریہ نشیں اور دنیا کی لذتوں سے محروم اور نابلد لوگ کر ہی کیا سکتے ہیں، شعراء اور نئی روشنی کے لوگ تو ان کی تحقیر سے بھی نہیں چوکتے تھے اور ان کو ''تنگ نظر ملا'' اور ''دو رکعت کا امام'' جیسے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔

لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان ہی درویش مزاج ملاؤں نے اس ملک میں اسلام کے پودے کی حفاظت کی ہے، انھوں نے عہد بہار سے کوئی صلہ نہیں کمایا؛ لیکن عہد خزاں میں اپنے خونِ جگر سے سینچ کر اسلام کے شجر طوبیٰ کو بچایا، اسلامی تہذیب وثقافت کا تحفظ کیا اور مسلمانوں کا اپنے دین اور مذہب سے نہ صرف رشتہ باقی رکھا؛ بلکہ اس رشتہ کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے میں کامیاب ہوئے، یہی وجہ ہے کہ آج ہندوستان میں اسلام سے وابستگی کی جڑیں جتنی گہری ہیں اور لوگوں کے مزاج میں جتنی زیادہ مذہبیت ہے، عالم اسلام میں بھی کم ہی اس کی مثالیں مل سکیں گی، اس عجمی نژاد ملک میں علوم اسلامی کی جو خدمت ہوئی ہے، اس کی مثال بہت سے عرب اور مسلم ممالک میں بھی نہیں مل پائے گی، حکومت ختم ہونے کے باوجود لوگوں کے دینی رجحان میں جو اضافہ ہوا ہے، اس میں بنیادی کردار مدارس ہی کا ہے، تقریباً گذشتہ ڈیڑھ صدی میں جو بھی تحریک یا جماعت اُٹھی ہے اور اسلام کی حفاظت یا اشاعت کا جو بھی کام ہوا ہے، اس میں ان مدارس اور مدارس سے پیدا ہونے والی شخصیتوں کا بڑا حصہ ہے، مدارس کی یہ اہمیت جو اس کی ظاہری خستہ سامانی اور سادگی کی وجہ سے محسوس نہیں کی جاتی تھی، اب دوست اور دشمن سب اس کا احساس کرنے لگے ہیں۔

ہندوستان میں گذشتہ ستر سال سے فرقہ پرستوں کی کوشش ہے کہ مسلمان فکری اور تہذیبی اعتبار سے اکثریت کے ساتھ ضم ہوجائیں، جس چیز کو آج ''ہندوتوا'' کہا جاتا ہے، اسی مقصد کے لئے ایک زمانہ میں ایسی سیاسی جماعتیں جو اپنے آپ کو سیکولر کہا کرتی تھیں، بار بار مسلمانوں کو قومی دھارے میں شامل ہوجانے کی تلقین کیا کرتی تھیں اور ''بھارتیہ کرن'' کا نعرہ لگاتی تھیں، اس دعوت کا مقصد بھی اصل میں یہی تھا کہ اب مسلمان اپنی مذہبی اور تہذیبی شناخت سے آزاد ہوجائیں اور دوسری قوموں کی طرح زیادہ سے زیادہ چند مذہبی رسوم کی ادائیگی پر اکتفاء کرلیں، ان نامسعود کوششوں کو ناکام بنانے کا سہرا دینی مدارس کے سر جاتا ہے، اس حقیقت کو اربابِ اقتدار نے بھی محسوس کرلیا ہے، اس لئے دینی مدارس فرقہ پرست طاقتوں کا نشانہ ہیں، کبھی ان مدارس کو آئی ایس آئی کا مرکز قرار دیا جاتا ہے اور کبھی ان پر دہشت گردی کا الزام لگایا جاتا ہے، کبھی افغانستان کے طالبان سے ان کا رشتہ جوڑا جاتا ہے، یہ محض اپنے اندرونی عناد کو چھپانے کے لئے ایک بہانہ ہے، حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

غرض کہ مدارس اسلامیہ ہماری شہِ رگ ہیں، ان ہی سے ہمارا دینی وجود وابستہ ہے، اگر یہ ختم ہوگئے تو عجب نہیں کہ آنے والی نسلیں ایمان کی دولت سے محروم ہوجائیں؛ اس لئے اصحاب خیر کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے اس ملی اثاثہ کی اہمیت کو محسوس کریں، اس کو اپنی ضروریات زندگی کا ایک حصہ سمجھیں، جیسے لاک ڈاؤن اور معاشی ابتری کے باوجود ہم اپنے گھر کی کفالت کرتے ہیں، اسی طرح ہم مدارس کو بھی اپنے خاندان کا حصہ تصور کریں، ہر قیمت پر انہیں بچائیں اور ان کو کمزور نہ ہونے دیں، اگرچہ رمضان المبارک گزر چکا ہے؛ لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی اور خیر کے کام کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہے، ضرورت ہے کہ مسلمان تجار اور اہل ثروت مدارس کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اپنا دست تعاون بڑھائیں اور اپنے دینی قلعوں کی حفاظت کے لئے پہلے سے بڑھ کر فعال کردار ادا کریں۔ وباللہ التوفیق!

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

دعوتی سوالات اور میرے جوابات

جناب ریاض موسیٰ ملیباریؒ

قسط :۹

برصغیر کے معروف داعی دین جناب ریاض موسیٰ ملیباری، غیر مسلموں میں دعوت کے حوالہ سے ایک بہت معتبر نام ہے، انھوں نے اپنی پوری زندگی اور تمام توانائیاں بلکہ اپنی جمع پونجی بھی اس کارخیر کے لئے وقف کررکھی تھی، اپنے دعوتی تجربات کی روشنی میں انھوں نے اس سلسلہ کے بہت سے سوالوں کے جواب ''دعوتی سوالات'' کے نام سے مرتب کئے تھے، جنہیں ارمغان کے قارئین کے لئے قسط وار پیش کیا جارہا ہے، یہاں یہ وضاحت مفید ہوگی کہ یہ تمام جوابات دعوتی تناظر میں دیئے گئے ہیں، احکام وفتاوی کے لحاظ سے، اور اپنی ضرورت کے اعتبار سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان میں ترمیم کی جاسکتی ہے۔ امید ہے کہ کاروان دعوت کے مسافر اس کی روشنی میں اپنا سفر اور زیادہ کامیابی کے ساتھ طے کرسکیں گے۔ .....ادارہ

سوال:آج اونچی ذات والوں کو کافی حقوق حاصل ہیں، کیا اسلام قبول کرنے کی وجہ سے وہ اپنے حقوق سے دست بردار نہیں ہوجائیں گے؟

جواب: جی نہیں! ان کی اپنی کتابوں میں جو ان کے اپنے حقوق مقرر ہیں ان میں سے آج ایک فیصد بھی انہیں حاصل نہیں ہیں، آج نچلی ذات کے لوگ دھیرے دھیرے آگے بڑھتے جارہے ہیں، بھارت کا صدر جمہوریہ دلت بنا، مسلمان بنا، آج عورت صدرِ جمہوریہ ہے، یوپی کے الیکشن میں ڈرامائی جیت دلت کو حاصل ہے، جس کے نتیجے میں آج وزیراعلیٰ کی کرسی پر ایک دلت لیڈی مایاوتی ہے یعنی آج برہمن ازم کی گاڑی پٹری سے کھسکتی دکھائی دے رہی ہے اور پوری طرح یہ فلسفۂ ذات پات ناکام ہورہا ہے اور بظاہر جو حقوق نظر آتے ہیں وہ جمہوری یا قانونی حقوق نہیں ہیں، بلکہ وہ ہشیاری، عیاری، مکاری سے چھینے گئے حقوق ہیں جن کا دستورِ ہند سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

'ورن آشرم' نظام ان کا اصل نظام زندگی ہے، اسی نظام کو دوبارہ قائم کرنے کے لئے R.S.S. تنظیم وجود میں آئی ہے لیکن اب آئندہ دنیا میں جو حالات چل رہے ہیں ان کو دیکھ کر یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ نظام قائم نہیں ہوسکتا، بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ یہ ان کا ایسا خواب ہے جو قیامت تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا، برائے نام ایک ہندو راشٹر نیپال تھا، وہ بھی ختم ہوگیا ہے، وہاں آج جمہوریت قائم ہوگئی ہے۔ دنیا آج اتنی آگے جاچکی ہے کہ وہ اس نظام کو اپنانا تو دور کی بات اس کی طرف پلٹ کر دیکھے گی بھی نہیں۔

اسلام قبول کرنے کے بعد جس قوم کی جو صلاحیت ہے اس صلاحیت کے مطابق حقوق ملیں گے۔ بھارت میں سب سے اچھی صلاحیت اونچی ذات والوں کے پاس ہے۔ ٹھیک جس طرح آپ ﷺ کے عہد میں قریش تھے، اس طرح بھارت کے قریش برہمن ہیں، اگر وہ اسلام قبول کرتے ہیں تو انڈیا انہیں کے ہاتھ میں ہوگا۔

لہٰذا یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام قبول کرنے سے ان کے حقوق کم نہیں بلکہ بڑھتے ہیں۔ **واللہ اعلم**

سوال:اگر کسی کو توحیدِ خالص کی دعوت دی جائے تو وہ کہتے ہیں کہ: ''آپ لوگ قبر پرستی کیوں کرتے ہیں؟''

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جواب: اسلام نے مسلمانوں کو قبر کی زیارت کی اجازت دی ہے قبر سفرِ آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے نیز ایک مومن کو قبر کی زیارت سے آخرت یاد آتی ہے اس لئے اسلام نے اجازت دی ہے۔ آج قبر پرستی کے طور پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ یہ جاہلوں کی ایجاد ہے۔

اس لئے یہ بات ذہن نشین ہو جانی چاہئے کہ اسلام میں قبر پرستی کا کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: ہم ہندو لوگ بھن کی لڑکی سے شادی کرتے ہیں اسلام اس کی منظوری نہیں دیتا ہے ۔ اس کے بارے میں ہم سوال کریں تو آپ مسلمان جواب یہی دیتے ہیں کہ اس کام سے قرآن نے منع کیا، اس کے علاوہ کیا آپ کے پاس کوئی ایسا جواب بھی ہے جو ہم کو سمجھ میں آئے اگر ہو تو ہمیں بتلائیں؟

جواب: آج کی سائنسی تحقیق نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اگر ایک میاں بیوی سے لڑکا پیدا ہوتا ہے تو باپ کا حصہ اس کے اندر زیادہ ہوتا ہے، اگر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اس میں ماں کا حصہ زیادہ ہوتا ہے، بہن کی بیٹی سے شادی کرنا، اس لئے منع ہے کہ اس کی پیدائش میں بہن کا حصہ زیادہ ہوتا ہے، گویا وہ بہن سے شادی کرنے کے برابر ہے، اس لئے ہم ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔ **واللہ اعلم**

سوال: آخر ان بے چاروں کا جرم کیا ہے جو اندھے، گونگے، بہرے پیدا ہوتے ہیں، ان کو کن گناہوں کی سزا دی جاتی ہے؟

جواب: ہمارا مالک رب، اپنی تمام مخلوق کو اپنی مرضی سے پیدا کرتا ہے۔ جس کو جیسا چاہے پیدا کرے اس سے سوال کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں، کیونکہ وہ ساری مخلوقات کا رب ہے **واللہ اعلم**

سوال: ایک غیر مسلم نے سوال کیا کہ رمضان میں روزہ رکھنے کے لئے چاند دیکھنا کیوں ضروری ہے؟

جواب: آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل دنیا میں دو قسم کے کیلنڈر رائج تھے: (۱) سولار۔ (۲) لونار۔ اس میں سے اسلام نے لونار کیلنڈر سسٹم کو ترجیح دی ہے، کیونکہ یہ سمجھنے کے لئے آسان ہے، جب کہ سولار کیلنڈر کے لئے تاریخ معلوم کرنے کا کوئی ظاہرہ نہیں ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: غیر مسلم کہتے ہیں کہ مسلمان بہت ناپاک اور گندے لوگ ہیں ہم اس قوم میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں؟

جواب: بھارتی عوام میں سے جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں انڈیا میں، ان میں آپ جیسے کچھ لوگ بہت پاکیزہ بھی ہوتے ہیں، اور کچھ لوگ بہت گندے رہنے کے عادی ہوتے ہیں، ایسے لوگوں نے اسلام قبول کیا تو وہ لوگ آپ کو گندے دکھائی دیتے ہیں، خود آپ کی بستی میں پاکیزہ اور اچھی زندگی گزارنے والے مسلمان بھی موجود ہیں۔ آپ مسلمان ہو جائیں گے تو آپ پاکیزہ زندگی گزار سکتے ہیں، اور لوگوں کے سامنے صفائی ستھرائی کا ماڈل پیش کر سکتے ہیں۔ ناپاک لوگوں کا تعلق اسلام سے نہیں، بلکہ بھارتی نفسیات سے ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: ہندؤں کو کافر کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: آپ ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کو دعوت دینے کے بعد جو انکار کرتا تھا اس کو کافر کہا جاتا تھا، یعنی انکار کرنے والا، آپ لوگوں کو ہم نے دعوت بھی نہیں دی اور نہ ہی آپ نے انکار ہی کیا۔ اس اعتبار سے آپ کافر نہیں ہیں، دوسرے مذاہب والوں کو پہچان کے لئے آپ بھی (Non Hindu) غیر ہندو کہتے ہیں اس طرح کافر کا مطلب Non Muslim ہے۔ **واللہ اعلم**

سوال: مسلمان کئی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اس حال میں اسلام قبول کرنے والے کو کس فرقہ میں شامل کرنا چاہیے؟

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جواب: جس فرقہ کے لوگ دعوت کا کام کریں، ان کے ہاتھ پر کوئی اسلام قبول کرے تو وہ اسے اپنے فرقے میں ہی جمالیں۔

سوال: غیر مسلم لوگ گفتگو میں کہتے ہیں: ہم بھی ایک خدا کو مانتے ہیں۔ تب انہیں ہم کیا جواب دیں؟

جواب: غیر مسلموں کو یہ جواب دیں کہ: ''آپ لوگ ایک خدا کو بھی مانتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ کئی خدا کو بھی مان لیتے ہیں اور ایک خدا کی پرستش نہ کر کے کئی خدا کی پرستش کرتے ہیں تو کہاں ایک خدا کو ماننا ہوا؟ حق تو یہ ہے کہ جس ایک کو مانا جائے صرف اسی کو ہی اپنا سب کچھ جانا جائے اسی کی تنہا عبادت اور بندگی کی جائے۔ اور ہم ایک خدا کو مانتے ہیں تو عبادت بھی اسی کی کرتے ہیں غیر کی کبھی نہیں کرتے ہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: کیا ایک مسلمان کو دوسرے مذہب کی کتابوں کے مطالعہ کی اجازت ہے۔ اگر ہے تو کس حد تک اس کی اجازت ہے؟

جواب: آپ ﷺ کے زمانے میں حضرت عمر بن خطابؓ نے تورات کے ایک ٹکڑے کا مطالعہ کیا آپ ﷺ نے ان کے ہاتھ میں کاغذ کے ٹکڑے کو دیکھ کر سوال کیا: ''تمہارے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟'' حضرت عمرؓ نے جواب دیا: ''یہ تورات ہے۔'' یہ بات سن کر آپ ﷺ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، اس کے بعد عمرؓ نے تورات کے اس ٹکڑے کو پھینک دیا۔

اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ عام مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کی کتابوں کے مطالعہ کی اجازت نہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کے علاوہ کسی اور مذہب کی کتابوں کے حفظ کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن ایک مناظرہ کرنے والے کے لئے کچھ حد تک سیکھنے اور دوسرے مذہب کے لوگوں کو جواب دینے کی غرض سے کچھ حفظ کر لینے کی بھی اجازت ہے اگر کوئی مناظر اس مقصد کے لئے سیکھتا اور حفظ کر لیتا ہے تو کوئی حرج کی بات نہیں، ضرورت کے تحت سیکھا اور حفظ بھی کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ہمارے بزرگوں میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور امام ابوحنیفہ جیسے لوگوں نے اپنے مناظرے میں بائبل کا استعمال کیا ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: دعوتی میدان میں مدارس کے طلبہ کیا خدمت انجام دے سکتے ہیں؟

جواب: دعوتی میدان میں مدارس کے طلبہ کافی خدمات انجام دے سکتے ہیں، اس کے لئے ضروری ہے کہ مدارس کے طلبہ اپنے ہم عمر نوجوانوں سے تعلقات رکھیں اور اپنے انداز میں ان کو اسلام پیش کریں، طالب علمی ہی کے زمانے سے ہم تجربہ حاصل کرتے رہیں۔ اس طرح کرنے سے انشاء اللہ العزیز فراغت کے وقت وہ ایک عالم دین کے ساتھ ساتھ ایک بہترین داعی بھی بن کر نکلیں گے۔ طلبائے مدارس کو ہماری یہ نصیحت ہے کہ محض جوش و جذبہ سے ہی کام نہ لیں، بلکہ ہوش، محبت اور پورے تحمل، نرمی اور عاجزی سے کام لیتے رہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: اسلام اگر اچھا مذہب ہے تو پھر مسلمانوں کے درمیان اختلاف کیوں ہے؟

جواب: اسلام اچھا ہے یا برا اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے، اگر اختلاف ہے تو اس میں ہے کہ ہم کس طرح ایک اچھے مسلمان بن سکتے ہیں؟ اور ان میں سے دونوں ہی گروہ اسلام کو اچھا مانتے ہیں۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: آپ کے دروس سننے سے دل میں دعوت کی تڑپ پیدا ہو جاتی ہے لیکن دنیاوی مصروفیات میں مشغول ہو کر وہ جذبہ ختم ہو جاتا ہے، اس طرح کی کیفیت سے بچنے کے لئے ہماری براہ کرم! کوئی رہنمائی فرمائیں؟

جواب: یہی ایک مسلمان کی فطرت ہے کہ جب اس کے سامنے اللہ، رسول اور اسلام کی باتیں کی جاتی ہیں تو اس کے ایمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میں تازگی آجاتی ہے اور اپنے آپ میں ایمان کی زیادتی محسوس کرتا ہے، دل میں شوق و جذبہ ٹھاٹھیں مارنا شروع کر دیتا ہے، لیکن جب یہی مسلمان اپنے دنیاوی معاملات میں مشغول و مصروف ہوجاتا ہے تو شیطان اس کو دین سے غافل کرنے کی اپنی پوری کوششیں صرف کرتا ہے۔ اس کے باوجود ایک عقل مند ذی شعور مومن ایسی حالت میں بھی صحیح رخ اختیار کرتا ہے، اس پر ثابت قدم رہتا ہے، اللہ رب العالمین سے اپنا تعلق مستحکم اور مضبوط کرتا ہے، شیطان سے ہر وقت پناہ مانگتا رہتا ہے۔

اس لئے جو بھی شخص اپنے آپ کو اللہ سے قریب کرے گا وہ یقیناً کامیاب ہوگا، اپنے آپ کو رب سے قریب کرنے کا نام ہی تزکیہ ہے۔ اس لئے ہمیں اور آپ کو اپنے تزکیہ کے لئے زیادہ سے زیادہ محنت اور جدوجہد کرنی چاہئے۔ اللہ رب العالمین سے اپنی کامیابی کی دعائیں بھی کرتے رہنا چاہیے اور سب سے اہم بات یہ کہ ان تمام کے ساتھ ساتھ ہماری دعوت میں اخلاص کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ یاد رکھئے! اگر ہماری دعوت اخلاص سے خالی رہ گئی تو سمجھیں سب محنت رائیگاں چلی گئی۔ اعمال کا دارومدار نیتوں ہی پر ہے۔ انما الاعمال بالنیات (بخاری) **واللہ اعلم**

سوال: بھارت میں مسلمانوں نے تقریباً ۸۵۲ سال تک حکومت کی، اس کے باوجود ذات پات اور شرک دونوں ہی اپنی اصل حالت پر برقرار رہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟

جواب: بھارت میں آنے والی ٹیم فاتحین کی تھی جن کا مقصد ملکوں کو فتح کرنا تھا اور فتح کر کے حکومت چلانا تھا، دعوت یا اصلاح ان کا قطعی مقصد نہ تھا، حیدرآباد کے حالات ہمیں بخوبی معلوم ہیں، وہاں کے نوابوں نے پوری امت کو قبر پرست بنانے میں اپنی کافی کاوشیں صرف کیں، اس لئے یہ کہنا کہ مسلمانوں نے انڈیا پر اتنے طویل عرصے تک حکومت کی پھر بھی ذات پات اور شرک کیوں انڈیا سے ختم نہیں ہوا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ خالص مسلمان نہیں تھے بلکہ وہ برائے نام مسلمان تھے، وہ اپنی مرضی سے حکومت چلاتے تھے، اسلام کے اصول وقوانین سے انہیں کچھ لینا دینا نہیں تھا، لیکن سارے کے سارے ایک ہی جیسے نہ تھے بلکہ اس میں کچھ اللہ والے بھی تھے جنہوں نے اپنے طور پر دین کی خدمت بھی کی۔ لیکن ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے اسلام کو فائدہ نہیں پہنچایا بلکہ نقصان بھی پہنچایا۔ جیسے بادشاہ اکبر۔

پوری امت کے علماء نے اس کی مخالفت کی اور اس کے باطل ارادے کو ناکام بنا دیا، اسی طرح انڈیا کے ذات پات کے نظام سے انہوں نے فائدہ اٹھایا، انڈیا کی اصلاح کرنا ان میں تبلیغ کرنا ان کا مقصد نہیں تھا، اس لئے اس بادشاہت کے زمانے میں بہت کم لوگ مسلمان ہوئے، زیادہ لوگ اس کے بعد برٹش کے دور میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

سوال: مشرکین سے دوستانہ تعلقات رکھنے سے اکثر لوگ منع کرتے ہیں، اس سلسلہ میں صحیح اور درست بات کیا ہے؟

جواب: درست اور صحیح بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ دعوت اصلاً مشرکین ہی کو دینی ہے اس لئے ان سے دوستانہ تعلقات استوار کرنا انتہائی ضروری ہے۔ ہماری دعوت کے لئے ان سے جیسے بھی تعلقات مفید ہوں ویسے تعلقات ان سے رکھنے چاہئے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے مشرکین کے قائد ابوطالب سے تعلقات رکھ کر ان کی کفالت میں دعوتی کام کو انجام دیا۔

عَقبَہ میں جو معاہدہ ہوا تھا اس میں گفتگو کے لئے آپ ﷺ عباسؓ کو ساتھ لے گئے تھے اس وقت تک حضرت عباسؓ مشرک تھے۔ معلوم ہوا کہ مشرکین سے تعلقات کی دلیل ہمیں سنت سے ملتی ہے۔ ان سے تعلقات رکھنے میں اپنے دعوتی مقصد کو ہر حال میں ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نسیم ہدایت کے جھونکے

جناب عبداللہ کاکڑ سے ایک ملاقات

انٹرویو: مولانا محمد یامین کلیمی

یامین کلیمی : السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبد اللہ کاکڑ: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

س: عبداللہ بھائی میرے حضرت والا حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب کا فون آیا تھا کہ آپ خونی رشتے کے بھائیوں اور اللہ کے بندوں تک آپ کی امانت اوران کا حق پہنچاتے ہیں، اور ماشاءاللہ اس کے کئی اچھے نتائج دیکھنے میں آئے ہیں، تو آپ کے یہاں سے دسترخوان اسلام پر کسی نو وارد مسلم ساتھی کی کارگذاری ہمارے ماہانہ رسالہ 'ارمغان' میں آنی چاہئے۔ جیسے گذشتہ سال آپ نے ہمارے داعی عبداللہ للوانی کی کارگذاری بھیجی تھی، اسی طرح کسی دوسرے نئے داعی ساتھی کی کار گذاری بھی آنی چاہئے۔ میرے حضرت کا حکم ہوا تو میرے ذہن میں سب سے پہلے آپ کا ہی خیال آیا کہ جیسے ہمارے داعی ساتھی عبداللہ للوانی ہیں ویسے ہی آپ بھی تو عبداللہ کاکڑ ہیں؟

ج: اللہ تعالی میرے حضرت کو جزائے خیر عطا فرمائے، اللہ ہمیشہ انہیں خوش رکھے، اللہ تعالی میرے حضرت کو دنیا و آخرت میں کسی خیر سے محروم نہ کرے۔

میرے حضرت کا حکم سر آنکھوں پر، اور مولانا آپ کا بھی بہت بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے اس لائق سمجھا یہ سوچ کر کہ مجھ جیسے ناکارہ نے بھی کچھ دعوت کا کام کیا ہے۔ خدا کرے ارمغان کی برکت سے آخرت میں میرے اللہ کے یہاں بھی میرا نام کچھ ٹوٹے پھوٹے داعیوں میں آجائے، اور میرے پیارے نبی ﷺ کی خدمت میں بھی اس دعوت کی نسبت سے ملاقات کرنے کا منھ اس ناکارہ امتی کا ہوجائے۔

س: نہیں میرے بھائی اللہ نے آپ سے بہت سے کام لئے ہیں اور آپ نے دعوتی کام کی جو خدمت کی ہے، وہ قابل رشک ہے، اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے اور کامیابی دے۔

ج: آمین۔

س: آپ اپنی کہانی ذرا شروعات سے بتایئے کہ آپ کس گھرانے سے ہیں، اور آپ کس جگہ کے ہیں؟ اور آپ کے اسلام لانے کی وجہ کیا بنی؟

ج: میرا نام گنجن کاکڑ تھا میں ایک پنجابی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں اور خضرآباد کا رہنے والا ہوں، میرے گھر میں میرے پاپا ،ممی اور ایک بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ میرے ایک ماموں کی طبیعت بچپن سے ہی بہت خراب رہتی تھی، کافی جگہ میرے پاپا نے ان کا علاج کروایا، مگر ان کی طبیعت دن بہ دن خراب ہوتی گئی پھر میرے پاپا کے ایک دوست نے کہا کہ ان پر کسی جنات کا سایہ ہے، تو میرے پاپا نے میرے ماموں کے سلسلہ میں علاج کے ساتھ ، درگاہوں اور مزاروں پر جانا شروع کر دیا، اور میں بھی ان کے ساتھ بچپن سے ہی مزاروں اور درگاہوں میں جاتا رہتا تھا، اور مجھے وہاں بہت سکون ملتا تھا، کافی عرصہ تک ہم مزاروں پر جاتے رہے، تو مجھے وہاں اچھا لگتا اور بڑا دل لگتا تھا، میں وہاں دعا بھی کرتا اور نماز بھی پڑھ لیتا۔ لیکن اس کے کافی عرصہ بعد میرے ماموں کا انتقال ہو گیا، اور بہنوں کی شادی کی وجہ سے مجھے بھی پڑھائی چھوڑنی پڑی، تو میں نے ایک کال سنٹر میں نوکری کرنا شروع کردی، اللہ کے کرم سے وہاں اس کال سنٹر کا سارا اسٹاف مسلمانوں کا تھا، اس لئے میں ان کے ساتھ نماز پڑھتا اور روزے رکھتا، اچانک میں جس

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کمپنی میں جاب کرتا تھا کسی وجہ سے بند ہوگئی اور ہم سارے دوست الگ ہوگئے، میں نے ایک دوسری جگہ جاب شروع کی مگر وہاں مسلمان دوست نہیں تھے، اس لئے وہاں میرا کام میں من نہیں لگتا تھا اور بنا کسی وجہ کے بس وہاں مسلمانوں کے نہ ہونے کی وجہ سے میں نے وہ جاب چھوڑ دی، مگر میں نے نماز پڑھنا اور روزے رکھنا نہیں چھوڑا۔

س: عبداللہ بھائی آپ نے اس دوران اسلام کیسے قبول کیا؟ اور آپ کو اس دوران کن حالات کا سامنا کرنا پڑا، وہ ذرا تفصیل سے آپ بتائیں؟

ج: اس دوران میں نے مسلم اسٹاف نہ ہونے کی وجہ سے جب جاب چھوڑی تو میرے پاپا بہت غصہ ہوئے، اور جب انھیں پتہ لگا کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں تو مجھے مارنے پیٹنے بھی لگے، میں ہر طرف سے پریشان ہوگیا تھا، نہ جاب تھی اور نہ کسی مسلم دوست سے رابطہ ہو پارہا تھا، اور نہ ہی میں گھر پر نماز ادا کر پارہا تھا، ایسے میں میں ایک دن بہت پریشانی میں آکر اللہ سے بھی بدگمان ہونے لگا تھا، میرے پاپا مجھ سے یہ بھی کہنے لگے تھے کہ تو میری اولاد ہی نہیں ہے، تو کسی مسلمان کی اولاد ہے، اور میری ماں کے کیریکٹر پر سوال اٹھانے لگے تھے، آخر میں نے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ اگر تو سچا ہے تو مجھے ان پریشانیوں سے نکال دے، میں ان سب سے تنگ آگیا ہوں، اور اگر میں ان پریشانیوں سے نہ نکلا تو میں تیری عبادت کبھی نہیں کروں گا۔ نعوذ باللہ

س: پھر عبداللہ بھائی آپ نے اسلام لانے میں اتنی دیر کیوں کی؟ اور اللہ سے آپ کو بدظن نہیں ہونا چاہئے تھا، حالات تو آتے جاتے رہتے ہیں، اللہ ہر ایک کی تکلیف کو جانتا ہے، عبداللہ بھائی۔

ج: مولانا آپ کی بات تو بہت صحیح ہے، اس وقت میں بہت پریشان تھا، اس لئے ایسے مشکل حالت میں یہ خیالات پیدا ہوگئے تھے، شیطان بھی تو اپنا زور لگاتا ہے کہ میرا دشمن یہ انسان دوزخ سے نکلنے نہ پائے، میری اس نادانی کا اثر یہ ہوا کہ دو مہینے تک اتنا بیمار رہا کہ مجھے ہوش ہی نہیں رہا کہ میں اتنی مدت سے بے ہوش تھا۔ جب میری طبیعت ٹھیک ہونے لگی تو چونکہ دل کے اندر تو حق آگیا تھا، اور اندر سے اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ اگر ایمان کے بغیر مرگیا، تو ہمیشہ ہمیشہ کی نرک میں جلنا پڑے گا، اس لئے میں بہت ڈر گیا کہ کسی دن میری موت نہ آجائے۔

میں نے نیت کی کہ مجھے اسلام قبول کرنا ہے، مجھے سمجھ میں آگیا تھا کہ اللہ برحق ہے، اور اسی کے قبضہ میں سب کی جان ہے، میں نے بہت تحقیقات کر کے ایک مسلم دوست سے کنٹیکٹ کیا اور اس سے کہا مجھے مسلمان بننا ہے، اس نے کہا میں تمہیں اپنے امیر صاحب کے پاس لے چلتا ہوں اور وہ مجھے ان کے پاس لے گئے۔ امیر صاحب نے مجھ سے کافی دیر تک بات چیت کی، اور میرے بارے میں کافی باتیں پوچھیں لیکن کلمہ نہیں پڑھایا، اس کے بعد انھوں نے مجھے مولانا نورالاسلام کے پاس بھیج دیا، مجھے بہت تعجب ہوا کہ یہ امیر صاحب کیسے ہیں، ماشاء اللہ اتنی بڑی داڑھی ہے، پھر یہ مجھے کلمہ کیوں نہیں پڑھوا رہے ہیں، خیر اللہ جس سے چاہتا ہے اس سے ہی کام لیتا ہے۔ اس کے بعد مجھے مولانا نورالاسلام صاحب نے کلمہ پڑھوایا، لیکن پھر بھی میرے دل میں عجیب سی بے چینی سی تھی، اور پھر جب میں نے دیکھا کہ یہ لوگ جماعت میں جاتے ہیں تو دل میں آیا کہ مجھے بھی جماعت میں جانا چاہئے، میں نے گھر والوں سے بہانہ کر کے تین دن جماعت میں لگائے، اللہ نے وہاں سے میرے دل کو بدل دیا۔

س: عبداللہ بھائی بہت خوب، بے شک اللہ جسے چاہیں ہدایت دے دیتے ہیں، اس کے بعد آپ برداران وطن کے لئے دعوت کے کام میں کیسے لگے؟

ج: اصل میں مولانا میں نے بہت سوچا کہ اور کافی لوگ ایسے ہی سوچتے ہوں گے جیسے میں سوچتا ہوں، جو اسلام میں دل چسپی رکھتے ہیں، اور اسے جاننا یا سیکھنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخر ایسی کوئی جگہ تو ہونی ہی چاہئے جہاں جا کر ایسے لوگوں کی کچھ رہبری ہو جائے۔اسی دوران میری نیت چلّہ لگانے کی ہوگئی، میں نے گھر پر اپنے پاپا سے بات کی، تو انھوں نے سختی کے ساتھ کہا اگر تو مسلمان بن گیا ہے تو میرے گھر سے نکل جا۔میں نے بھی اللہ سے دعا کی اور گھر سے نکل آیا اور چالیس دن اللہ کے راستے میں لگانے چلا گیا، وہاں کے ماحول میں نماز سیکھ کر، دعائیں سیکھ کر دل کو بہت سکون ہوا، جماعت میں آنے کے بعد مجھے یہ خیال آیا کہ یہ مسلمان صرف ان مسلمانوں میں دین کا کام کرتے ہیں جو پہلے سے مسلمان ہیں۔مسلمان کم از کم ان کے دل میں ایمان ہے، اور اگر آخرت میں ان کو سزا بھی ہوئی تو کسی نہ کسی وقت جہنم سے نکل جائیں گے، مگر باقی دنیا میں تین چوتھائی آبادی تو ہمارے ان خونی رشتے کے بھائیوں اور بہنوں کی ہے جن کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ وہ اور ہم سب ایک ماں باپ آدم وحوا کی اولاد ہیں، ان کے بارے میں کون فکر کرے گا؟

میں بہت بے چین تھا تو مجھے ایک ساتھی نے آپ کا پتہ بتایا کہ آپ اور آپ کے ساتھی بلاتفریق سارے انسانوں اور خونی رشتہ کے بھائیوں کی فکر کرتے ہیں، اور ان تک ایمان پہنچانے کی فکر کرتے ہیں۔اس لئے میں اس کے بعد آپ کی خدمت میں آ گیا، آپ سے اور عبداللہ للوانی صاحب سے مل کر مجھے لگا کہ جس چیز کے بارے میں میں سوچ رہا تھا وہ چیز مجھے یہاں مل گئی ہے، لہٰذا میں نے یہاں رہ کر آپ سے دعوت کا کام سیکھا اور اس کام میں مستقل طور پر لگ گیا۔

س: ماشاء اللہ، اللہ آپ کو خوش رکھے۔آپ کی دعوتی کارگذاری بھی لا جواب ہے، اللہ نے آپ کے ہاتھوں سے کئی لوگوں کو ہدایت عطا فرمائی ہے، اللہ آپ سے خوب کام لے گا۔

ج: مولانا یہ سارا کام آپ ہی کا سکھایا ہوا ہے، ورنہ مجھے کون جانتا تھا، آپ نے مجھے اپنے ساتھ رکھا، مجھے اپنا سمجھا، میری شادی کرائی، وہ بھی احمد آباد کے مشہور اللہ والوں کے گھرانے میں حضرت مولانا عبدالغفار صاحب جو احمد آباد کے تبلیغی جماعت کے ذمہ دار رہ چکے ہیں، اور ہمارے مولانا کلیم صدیقی صاحب بھی انھیں عزیز رکھتے تھے، ان کے فرزند مولانا عبداللہ میمن صاحب جو احمد آباد کے شاہ عالم محلّہ (رسول آباد) کی تبلیغ کے ذمہ دار ہیں، انھوں نے اپنی بیٹی مجھ گنہ گار کو دے کر ایک مثال قائم کی ہے، کہ آج بھی وہی رول انجام دیا جا سکتا ہے جو رول اللہ کے نبی ﷺ کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں مہاجرین کے ساتھ پیش آیا تھا، اور مہاجرین کی آج بھی ایسی ہی مدد کی جا سکتی ہے، جیسی ہمارے نبی ﷺ کے زمانہ میں کی جاتی تھی، اور مولانا عبداللہ صاحب نے اپنی سب سے زیادہ ہونہار اور متقی پرہیزگار بیٹی سے میرا نکاح کروایا، اللہ تعالی مولانا عبداللہ صاحب کو دنیا وآخرت میں اس عمل کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔میری قیامت تک آنے والی نسلیں مولانا عبداللہ اور ان کے گھرانے کی شکر گذار رہیں گی، ان کے سارے خاندان نے مجھے اپنا بیٹا صرف کہا نہیں بلکہ مانا بھی، اللہ ان سب کو ہمیشہ خوش رکھے۔

س: عبداللہ بھائی آپ کے اگلے عزائم کیا ہیں؟ اس کے بارے میں کچھ بتائیں؟

ج: مولانا میں یہ چاہتا ہوں کہ اس دعوت کی محنت کو ہر ایک مسلمان کو اپنا فرض سمجھ لینا چاہئے، اور ہر مسلمان کو اس کام کو مرتے دم تک کرنا چاہئے، تاکہ میرے نبی کے فرمان کے مطابق، ہر کچے پکے گھر میں میرے نبی کا لایا ہوا دین جلد سے جلد داخل ہو جائے۔

س: ماشاء اللہ عبد اللہ بھائی، اللہ آپ کے جذبہ کو قبول فرمائے، آپ کا بہت بہت شکریہ، آپ نے وقت دیا۔

ج: مولانا وقت کیا چیز ہے، دعوت کے کام کے لئے اور میرے حضرت کے کہنے پر تو میری ساری زندگی قربان ہے۔

س: عبد اللہ بھائی آپ کو اللہ تعالی نے ماشاء اللہ دعوت سے جوڑ دیا ہے، اور کام کرتے کرتے اللہ تعالی نے ڈر نکال دیا ہے، اور دعوت کی راہ میں یہ ڈر سب سے بڑی رکاوٹ ہے، کہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

دعوت کا کام کریں گے تو لوگ دشمن ہوجائیں گے،ایسے میں خاندانی مسلمانوں سے یہ ڈر کیسے نکالا جائے،آپ اپنے تجربہ کی بنیاد پر بتائیں؟

ج:میرے حضرت یہ بات فرماتے ہیں کہ آپ نے ڈرائیونگ کی نہ ہو،اور آپ کو گاڑی کے اسٹیرنگ پر بٹھا دیا جائے تو آپ کو خود سے کپکپی چھوٹنے لگے گی کہ گاڑی کسی پر چڑھ نہ جائے،کسی سے ٹکرا نہ جائے،مگر جب گاڑی چلانا سیکھ جاتے ہیں، یا گاڑی کے اسٹیرنگ پر بیٹھ کر گاڑی چلانے لگتے ہیں تو آپ بیک وقت گاڑی بھی چلاتے ہیں،چائے اور کولڈ ڈرنک تک پیتے رہتے ہیں،فون بھی رسیو کرتے ہیں،گاڑی میں بیٹھے لوگوں سے بات چیت اور گپ شپ بھی کرتے رہتے ہیں اور راستے کے مناظر کو دیکھتے اور ان سے لطف اندوز بھی ہوتے رہتے ہیں۔بس یہی ہم مسلمانوں کا دعوت کے ساتھ معاملہ ہے کہ ہم مسلمانوں نے دعوت کا کام کیا نہیں ہے،اس لئے کہ بے بات کا خوف دل میں بیٹھا ہوا ہے،یہ نہ ہوجائے،وہ نہ ہوجائے۔جو لوگ اللہ کی رحمت سے دعوت سے لگے ہوئے ہیں اور وہ دعوت کے میدان میں آگئے ہیں،انہیں کوئی ڈر نہیں ہے۔

اصل میں ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ دعوت سے تو شیطان کا مشن کا بیر ہے،شیطان کا مشن تو یہ ہے کہ سب دوزخ میں چلے جائیں اور داعی کا مشن یہ ہے کہ کوئی جہنم میں نہ جانے پائے،سب جنت میں چلے جائیں۔تو شیطان نے خوف کا یہ وہم لوگوں کے دلوں میں بٹھا رکھا ہے،اس کا علاج صرف اور صرف دعوت کا کام کرنا ہے۔

س:آج کل کے تعصب کے دور میں جب پورے عالم میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ساری باطل طاقتیں جمع ہوکر پروپیگنڈہ کررہی ہیں،اور دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سخت نفرتیں بٹھا دی گئی ہیں،خصوصا ہمارے ملک میں،سنٹر میں حکومت بھی ان لوگوں کی ہے،اور خصوصا جن صوبوں میں ان کی حکومتیں ہیں وہاں پر نئے نئے قانون دعوت سے روکنے کے لئے بنائے جارہے ہیں،ایسے اشتعال انگیز ماحول میں ہمیں دعوت کا کام کس طرح کرنا چاہئے،آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ سے یہ سوال اس لئے کیا کہ آپ ایسی کمیوٹنی سے تعلق رکھتے ہیں جو اس زمانہ میں پاکستان سے ہجرت کرکے ہمارے ملک میں آئی،اور ۱۹۴۷ء میں ان کے ساتھ بہت زیادتیاں ہوئیں،اس لئے شاید پنجابی ہندوؤں سے زیادہ مسلمانوں کے لئے کسی برادری میں نفرت نہیں ہوتی۔

ج:آپ کی بات بالکل صحیح ہے کہ پنجابی لوگ سب کچھ چھوڑ کر یہاں آئے ہیں،ان میں نفرت زیادہ ہے،وہ ان کے ساتھ جو حالات آئے ہیں،ان کا ری ایکشن ہے۔مگر یہ بات بھی سچ ہے کہ وہ مسلم ماحول میں زندگیاں گذار کر آئے ہیں،اس لئے ہمارے بڑے بوڑھوں میں اذان،مسجد،اردو زبان اور ملاؤں سے بہت مناسبت پائی جاتی ہے،اصل بات یہ ہے کہ ہم لوگ دعوت کو چھوڑ دینے وجہ سے ہر چیز کا نگیٹو رخ دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔

آپ نے سوال کیا آج کے زمانہ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تفرت وتعصب بے حد ہورہا ہے،اور دعوت کے خلاف قانون پر قانون بنتے چلے جارہے ہیں،ہم مسلمان ہیں ہمارا اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان پر ایمان ہے:

ساری دنیا کے دل اللہ تعالی کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ ان کو جس طرح چاہیں بدلتے ہیں،کسی کے خلاف وہ نفرت و غصہ بھی بھر دیتے ہیں اور محبت اور ہمدردی بھی۔میرا خیال ہے کہ یہ جو غیر ایمان والوں میں خصوصا ہمارے ملک کے ہندوؤں میں مسلمانون کے خلاف نفرت ہے،وہ صرف اور صرف مسلمانوں کی طرف سے ان کی حق تلفی،یعنی دعوت اور دین نہ پہنچانے کی وجہ سے ہے،میں تو چند سالوں کا مسلمان ہوں،مگر میرا کھلی آنکھوں تجربہ ہے،کہ نفرت،دشمنی اور تعصب اسی ہندو بھائی کے دل میں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہے جس کو دعوت نہیں پہنچی ہے، اور جس بھائی کا حق ہم نے مارا ہے۔ یہ بات تو بالکل بجا ہے جس کا حق یا مایا آپ ماریں گے، تو وہ غصہ میں ہوگا، میں ایسی کتنی کارگذاریاں سنا سکتا ہوں کہ مجھے معلوم ہوا کہ فلاں آدمی اسلام کے نام سے چڑھتا ہے، بلکہ کئی بار تو یہ بھی ہوا کہ مجھے معلوم ہوا کہ فلاں صاحب کو جب سے یہ معلوم ہوا کہ عبداللہ کا کڑ لوگوں میں اسلام کی دعوت کا کام کرتا ہے، تو وہ پلان بنانے لگے کہ مجھے کیسے ختم کرنا اور مارنا ہے، اور جب میں ان کے پاس گیا اور محبت سے دعوت دی، اور اسلام کا تعارف کرایا تو وہ بالکل نرم ہوگئے، بڑی خاطر کی، کئی ایسے لوگ ہیں جن کو ہدایت بھی ہوئی، اور وہ خود دعوت کا کام کرنے لگے۔

س: ایک آدھ ایسی کارگذاری سنایئے؟

ج: ہمارے یہاں دہلی سے ہمارے حضرت کے داعی حاجی شکیل صاحب آئے ہوئے تھے، ہمیں معلوم ہوا کہ بڑے بڑے باباؤں کے پاس دعوت کے لئے جاتے ہیں، تو ہم انہیں ایک ایسے بابا کے آشرم میں لے گئے جن کے یہاں مودی جی سو بار سے زیادہ آئے ہیں، اور ان کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سخت بیان آتے رہے ہیں، ہم تین لوگ حاجی صاحب کے ساتھ گئے، شروع میں تو بابا ہمیں نفرت وتعصب کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے، مگر جب حاجی صاحب سے اپنا تعارف کرایا کہ وہ بھی اسلام میں آئے ہیں، اور ہم سب ایک ماتا پتا کی سنتان ہیں، تو وہ ایک دم قریب آگئے، بہت خاطر مدارات کی اور توجہ سے بات سنی، حاجی صاحب نے ایکانت میں لے جا کر ان کو کلمہ بھی پڑھوایا، وہ ہم سب لوگوں کو ننگے پاؤں گاڑی تک چھوڑنے آئے، چاروں طرف لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں کے خلاف ایسے بھاشن دینے والے بابا کیسے گلے مل کر ملاجی کو رخصت کر رہے ہیں بہت سے سادھو اُن کے یہاں مہمان آئے ہوئے تھے انھوں نے سب کو باہر بھیج کر ہماری بات سنی، اس طرح میرا روز کا تجربہ ہے کہ نفرت اور غصہ تب تک ہے جب تک اس کا حق پہنچایا نہیں، اور اسی کے دل میں ہے جس کا حق مارا ہے۔ اس کا علاج صرف یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کی امانت ان تک پہنچانے والے بن جائیں، ان کا نفرت وغصہ محبت واحسان مندی میں بدل جائے گا۔

س: ارمغان پڑھنے والوں کو آپ کوئی میسیج دیں گے؟

ج: میں اس لائق کہاں کہ کوئی میسیج دوں، بس ایک وِنتی اور درخواست یہ ہے کہ دیش میں نفرت بڑھتی ہے، کہیں فساد ہوجاتا ہے، یا میڈیا پر کسی قانون کی وجہ سے تعصب بڑھتا ہے، تو کچھ ہمارے خیر خواہ ہمیں سمجھانے لگتے ہیں کہ ذرا کچھ روز کے لئے یہ دعوتی اکٹیوٹیز روک دیجئے۔ میری درخواست ان خیر خواہوں سے یہ ہے کہ نفرت و دشمنی کی بیماری کا علاج صرف دعوت ہے، اور اپنے خونی رشتے بھائیوں کی سب سے قیمتی امانت اور حق دین ان تک پہنچانا ہے۔ یہ کہاں کی خیر خواہی اور عقل مندی ہے کہ ابھی بیماری ذرا زیادہ ہے۔ اس لئے برائے کرم دوا دینا اور علاج کرنا بند کر دیجئے۔ ہمارے حضرت بار بار فرماتے ہیں: پورا اتہاس بتاتا ہے کہ نفرت، تعصب اور دشمنی کا علاج دعوت ہے، اس کے لئے تاتاریوں کا قصہ حضرت بار بار سناتے ہیں۔ اس لئے حل یہ نہیں کہ دعوت بند کی جائے، بلکہ میرا ماننا یہ ہے کہ علاج یہ ہے کہ ناراض اور غصہ ہوئے لوگوں سے سو بار معافی مانگ کر ان کا حق ان تک پہنچایا جائے۔

س: ماشاءاللہ آپ نے تو ایک بڑے مسئلہ کا حل بتادیا، یہ مسئلہ تو بڑے بڑے دانش ور بھی حل نہیں کر پائے، اور حل نہیں کر پا رہے ہیں۔ ماشاءاللہ

ج: میں کیا بتاتا، میرے اللہ نے بتایا، میرے نبی ﷺ نے بتایا، اور ہمارے حضرت فرماتے ہیں۔

س: بہت شکریہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ج: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

انسانیت کا مقدمہ خدا کی عدالت میں

داعی محمد افضل ندوی، ممبئی

قرآن کریم کی سورۃ نمبر 2 آیت نمبر 38-39 میں اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالی نے آدم وحوا اور ان کی قیامت تک آنے والی نسلوں سے دنیا میں انہیں بھیجتے وقت وعدہ فرمایا کہ تمہارے پاس میری طرف سے رہنمائی آتی رہے گی، جو اسے قبول کرے گا وہ نجات پائے گا اور جو انکار کرے گا اس کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہوگا، اسی طرح سورۃ اللیل کی آیت نمبر 12 میں فرمایا: ''راستہ دکھانا ہمارے ذمے ہے''

اس وعدہ کی وفا کی ابتداء، اللہ تعالیٰ نے اسی وقت سے کردی، چنانچہ پہلے ہی انسان آدم علیہ السلام کو اپنا پہلا نبی منتخب فرمایا۔ پھر بعد کی نسلوں میں جیسے جیسے انسانیت کا کنبہ پھیلتا گیا ویسے ویسے اللہ نے انبیاء کی تعداد میں بھی اضافہ فرمایا۔ قرآن کی متعدد آیتیں بتاتی ہیں کہ اللہ نے ہر بستی ہر قوم میں وہاں کی مقامی زبان میں پے درپے رسول بھیجے۔ (قرآنی حوالے کیلئے 35/24-13/7-14/4-23۔44)

یہ سلسلہ بدستور جاری رہا یہاں تک کہ جب یہ تعداد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار تک پہنچ گئی تو اللہ نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس سلسلے کی آخری کڑی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر اس شعبے کو بند کردیا۔

نبیوں اور رسولوں کے اس طویل سلسلے کی ضرورت کیا تھی؟ اس کا جواب دیتے ہوئے قرآن کریم کی کئی آیات میں فرمایا گیا ہے: تاکہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد انسانیت کے لئے اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہے (قرآن 4/165)

اس کا مطلب یہ ہے کہ کل بروز قیامت کسی کو خدا کے دربار میں یہ کہنے کا موقع ہی نہ رہے کہ آپ نے ہم سے رسولوں اور کتابوں کے بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا لیکن ہم تک کوئی نہیں آیا، دوسرے لفظوں میں ایمان نہ لانے والوں کے پاس کوئی عذر ہی نہ رہ جائے اور وہ خدا کے دربار میں بے دلیل ہوجائیں۔

ایک اور آیت میں انسانیت کی اس منطق کو تسلیم بھی کیا گیا ہے سورہ طہ کی آیت نمبر 134 میں مذکور ہے: اگر ہم کتاب ورسول بھیجنے سے پہلے انہیں کسی عذاب سے ہلاک کردیں تو یہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہمیں ذلیل وخوار کرنے سے پہلے کیوں نہیں ہمارے پاس کسی رسول کو بھیجا تاکہ ہم آپ کی آیتوں کی اتباع کرتے

اسی طرح سورہ ملک میں جہنم کے آس پاس فرشتوں کی ایک چیک پوسٹ کا ذکر ہے جہاں فرشتے ہر جہنمی گروہ سے سوال کریں گے: کیا تمہارے پاس اس انجام سے خبردار کرنے والا کوئی نہیں آیا تھا؟ جس کے جواب میں وہ اقرار کریں گے کہ آیا تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلا دیا تھا۔

مندرجہ بالا تمہید کو ذہن کے ایک گوشے میں رکھ کر جب میں موجودہ دنیا کے 5 ارب، 80 کروڑ 30 لاکھ آدم کی ان اولادوں کو دیکھتا ہوں جن کو یہ بھی نہیں پتہ کہ اللہ کون ہے؟ رسول کون ہیں؟ اور اس دھرتی پر ان کا مقصد وجود کیا ہے؟

تو میری نظروں کے سامنے ایک عدالت کا منظر گھومنے لگتا ہے، ایک ایسی عدالت جس کا جج خود وہ ذات ہے جس نے اپنے بندوں کو انصاف کا حکم دیا ہے، جس نے اپنی ذات پر رحمت کو لازم قرار دیا ہے، جس نے ظلم کو سب سے بڑا جرم قرار دیا ہے۔

اور اکیسویں صدی کی انسانیت اس منصف اعظم کی عدالت میں اپنا مقدمہ لئے کھڑی ہے، اور وہ کہہ رہی ہے: اے ہمارے پروردگار! ہمارے پاس آپ کی طرف سے نہ کوئی پیغمبر آیا، اور نہ ہی کوئی پیغام، اے ہمارے رب جب انسانیت ایک محدود کنبے میں تھی اور ان کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہ تھی، گناہوں کے اسباب بھی کم تھے، تب آپ کی طرف سے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے گئے، انگنت کتابیں اور صحائف بھیجے گئے اور جب اولاد آدم

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

7 ؍ارب کی تعداد میں پہنچ گئی، اور گناہوں کے آلات گھر گھر پہنچ گئے تب آپ نے اس شعبے ہی کو بند کر دیا جس سے انسانیت کی دست گیری اور رہبری ہوتی تھی......اے ہمارے رب آپ نے جہنم کی طرف لے جانے والے ہمارے ازلی دشمن ابلیس اور اس کے گروہ کو قیامت تک کی کھلی چھوٹ دی اور جنت کی طرف لے جانے والے پیغمبروں کا دروازہ بند کر دیا.......اے ہمارے پروردگار! ہماری صدی میں آپ نے زمین وآسمان کی ساری زیب وزینت کے دہانے کھول دیئے، دنیا کی چمک دمک اپنے نقطہ عروج کو پہنچ گئی، دنیا کا ہر فتنہ ہماری جیب میں آ گیا، ہر برائی ہماری نظروں میں رقص کرنے لگی، ہمارا نفس بے لگام ہو کر ان برائیوں کی طرف سرپٹ دوڑنے لگا۔لیکن آپ کی طرف سے ہمارا ہاتھ پکڑنے والا کوئی نہ آیا.........اے ہمارے رب! آپ کی ذات رحمان ورحیم ہے، آپ کی ذات سے متعلق ظلم ونا انصافی کا خیال بھی ہمارے دل ودماغ میں آئے تو ہم بھسم ہو جائیں، لیکن اگر آپ کا پیغام ہم تک برابر پہنچتا رہتا تو 600 کروڑ آپ کے بندے تباہی اور ہلاکت کے اس کگار پر نہ ہوتے جہاں آج وہ کھڑے ہیں ....اے ہمارے پروردگار! آپ تو اپنے ہر بندے سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت رکھتے ہیں، کیا اس محبت کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ آپ کے پیغمبر ہر صبح ہر شام ہمیں آگاہ کرتے، ہمیں غفلت کی نیند سے جھنجھوڑ کر جگاتے؟؟

انسانیت کی یہ فریاد جاری ہی رہتی ہے کہ اتنے میں قرآن کریم صفائی دیتے ہوئے بولتا ہے: اے اکیسویں صدی کے لوگو! تمہاری باتیں بالکل درست ہیں، اور تمہارا دعویٰ حق بجانب ہے۔

لیکن اس کا الزام تم خدا کی ذات پر نہیں دھر سکتے، کیونکہ خدا کی رحمتیں تم پر بے پایاں ہیں، پہلے انسانوں کے بالمقابل خدا نے تم پر زیادہ لطف وکرم کی بارش کی ہے۔......یہ بات خدا کے علم میں تھی کہ نبی آخر الزماں کے بعد آدم کی ذریت اس قدر پھیل جائے گی کہ ایک دو حتی کہ دو چار لاکھ نبی ورسول بھی ان کے لئے ناکافی ہوں گے۔اسی لئے اس نے گنتی کے رسول نہ بھیج کر ایک پوری امت کو مبعوث کر دیا،، اسی لئے جس طرح رسولوں کو خیر الناس کا مقام دیا، اس امت کو خیر الامم کا مقام دیا۔

اے اکیسویں صدی کے 6 سو کروڑ انسانو! آج تمہارے درمیان خیر امت کے 160 کروڑ افراد اس فریضے کی انجام دہی کے لئے موجود ہیں۔

کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ خدا کی بارگاہ میں تمہارا یہ شکوہ ان کی غفلت کی شکایت ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ خیر امت اپنے مقام ومنصب کو فراموش کر چکی ہے؟؟

اگر ایسا ہے تو سن لو: بیشک جو لوگ ہماری اتاری ہوئی واضح دلیلوں اور ہدایت کی باتوں کو چھپائیں گے جنھیں ہم نے کتاب میں ساری انسانیت کے لیے اتارا ہے، تو ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہوگی اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہوگی۔(قرآن ۲/۱۵۹)

قرآن کی اس سخت وعید کو سن کر میرے بدن میں ایک جھرجھری سی محسوس ہوتی ہے، میرے ذہن ودماغ میں ایک بجلی سی کوند جاتی ہے۔مجھے محسوس ہوتا ہے میں اس امت کا فرد ہوں جس نے انسانیت کا حق مارا ہے، جو انسانیت کی مجرم ہے....جو خدا کی رحمت کے بجائے خدا کی لعنت کی مستحق ہو چکی ہے.....اسی لئے خدا آج انہیں انہیں انسانوں کے ہاتھوں ذلیل کر رہا ہے جن کے ہاتھوں انہیں عزت ملنی تھی۔

ممکن ہے آج اسے ذہنی خیال آرائی کہہ کر کوئی رد کر دے۔

لیکن خدا کی یہ عدالت کل ضرور لگنے والی ہے اور انسانیت کا یہ کیس کل ضرور فائل ہونا ہے، اس دن زبانیں اپنے الفاظ بھول جائیں گی، اس دن حقیقتیں خود آشکار ہو جائیں گی، آج مسلکی بحثوں میں الجھانے والوں کو کل پتہ چل جائے گا کہ انسانیت کا اصل مسئلہ کیا تھا، اس دن عاشقانِ رسول کو رسول اللہ بذات خود عشق کا حقیقی مفہوم سمجھائیں گے۔

اے کاش وہ کل کی حقیقت آج ہی ہم پر کھل جائے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اسلام امن وسلامتی کا مذہب

امن وسلامتی کا پیغام، سلام

جب مسلمان ملتے ہیں تو انھیں حکم ہے کہ آپس میں سلام کریں۔قرآن میں فرشتوں کی تحیت بھی یہی بتائی گئی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں سلام کو رائج کرو، کسی کو پہچانو یا نہ پہچانو، اسے سلام کرو۔محبت اور بھائی چارہ کی اشاعت کا ذریعہ آپ نے سلام کو بتایا۔سلام کے لئے جو الفاظ مقرر کئے گئے ہیں وہ ہیں ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' جس کا مفہوم ہے کہ تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں و برکتیں ہوں۔گویا ملتے ہی اس خواہش اور دعا کا اظہار کہ میں تمہاری سلامتی اور بھلائی کا چاہنے والا ہوں۔تم میری جانب سے امن وسلامتی سمجھو، کوئی اور تمہارا برا چاہے، اسے میں برداشت نہیں کروں گا۔سلام کے جواب میں دوسرا شخص بھی اسی قسم کے الفاظ دہراتا ہے، گویا ایک طرف سے امن وسلامتی کا پیغام دیا گیا اور دوسری جانب سے بھی اسی قسم کے پیغام کا اعادہ کیا گیا، امن وامان کے ان پیغاموں کا تبادلہ اس خواہش کا اظہار ہے کہ تم پر امن ماحول میں رہو، اچھے رہو، خوش رہو اور تمہارے متعلقین، رشتہ دار واحباب کی طرف سے بھی کوئی ایسی خبر نہ سنائی دے جو تمہیں رنجیدہ کرنے والی ہو، ظاہر ہے کہ سلامتی صرف اسی ایک شخص کے سلامت رہنے سے نہیں آسکتی بلکہ ان سبھوں کے ساتھ بھی لازم ہونی چاہئے، جن کی بے سکونی آدمی کے لئے بے چینی کا سبب بن جائے۔

سلام کے الفاظ اسلامی معاشرے کی پہچان ہیں اور اِن سے عموماً وہ لوگ بھی واقف ہوتے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں سے کچھ خاص واقفیت نہیں رکھتے ہیں، گویا سلامتی اور نیک خواہشات کے الفاظ ہی سے ہماری پہچان بننی چاہئے مگر افسوس کہ آج ہماری شناخت اس کے برعکس بنتی جارہی ہے، ان دنوں ہم امن وسلامتی سے نہیں بدامنی اور ظلم سے پہچانے جاتے ہیں

کیا ہم مسلمان ہیں؟

رسول للہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں، اس قولِ رسول کی روشنی میں دیکھیں تو آج ہم میں کتنے لوگ ہیں جو مسلمان کہے جانے کے حق دار ہیں، ہماری اذیتوں سے نہ ہمارے گھر اور محلے والے محفوظ ہیں، نہ پڑوسی اور رشتہ دار بچتے ہیں۔اپنے عہد کے معروف صوفی حضرت ابوحمزہ بغدادی کا قول ہے:

''جب تمہارا جسم تم سے سلامتی پائے تو جان لو کہ تم نے اس کا حق ادا کردیا اور جب لوگ تم سے محفوظ رہیں تو جان لو کہ تم نے ان کا حق ادا کردیا''۔(کشف المحجوب، صفحہ ۲۳۰)

یعنی خود کو سلامت رکھنا اپنے جسم کا حق ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ آدمی دوسروں کی بھی بھلائی چاہے۔یہ دوسرں کا حق ہے کہ وہ ہماری اذیت اور تکلیف سے محفوظ رہیں۔سماج کی خیرخواہی اور خدا کے بندوں کی بھلائی، یہ وہ انسانی صفات ہیں جن پر صوفیہ خاص طور پر دھیان دیتے تھے، کیونکہ یہی باتیں اسلام کی روح ہیں اور قرآن واحادیث کی تعلیمات کا حاصل ہیں۔

پڑوسیوں کے لئے سلامتی کی خواہش

قرآن کریم میں پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خاص تاکید فرمائی ہے۔پڑوسی مسلمان ہوسکتا ہے اور غیر مسلم بھی ہوسکتا ہے مگر اس کے ساتھ مذہبی بنیاد پر کوئی بھید بھاؤ نہیں کیا جاسکتا ہے، امن وامان کے پیامبر صوفیہ کرام کی تعلیمات اور اعمال میں اس قبیل کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں اور ان کا یہی حسن عمل تھا کہ اسلام کی دنیا بھر میں اشاعت ہوئی۔حضرت احمد بن حربؒ ایک صوفی گزرے ہیں ان کا ایک واقعہ تذکرۃ الاولیاء میں درج ہے کہ ان کے پڑوس میں ایک پارسی رہتا تھا، جس کا نام بہرام تھا۔ایک بار بہرام کا مالِ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تجارت ڈاکوؤں نے لوٹ لیا تو حضرت احمد بن حرب اپنے دوستوں کے ہمراہ اس کی دل جوئی کے لئے گئے، بہرام آپ کی آمد سے بہت خوش ہوا اور آپ کی باتیں سن کر کہنے لگا کہ اس معاملے میں تین شکر کرتا ہوں، ایک تو اس بات کا کہ ڈاکو میرا مال لوٹ کر لے گئے لیکن میں نے کسی کا مال نہیں لوٹا، دوسرے اس بات کا کہ وہ آدھا مال لے گئے، آدھا باقی ہے، تیسرے اس بات کا کہ وہ دنیا لوٹ کر لے گئے مگر میرا دین محفوظ ہے، حضرت احمد بن حرب نے اس کی معقول باتیں سن کر اپنے دوستوں سے فرمایا کہ اس بات کو لکھ لو مجھے بہرام سے آشنائی کی بو آتی ہے، پھر کچھ سوال وجواب کے بعد بہرام کے ایمان لانے کی بات درج ہے۔

اللہ رحیم ہے اور رحمت چاہتا ہے

اسلام اپنے نام کی طرح امن وامان کا مذہب ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں کے سامنے جس خدا کا تصور پیش کرتا ہے، وہ رحیم وکریم ہے۔ وہ غفار وستار ہے اور رحمٰن ورؤف ہے۔ ان ناموں کی صفات کے لحاظ سے احساس ہوتا ہے کہ وہ مہربانی کرنے والا ہے۔ وہ کرم اور بخشش کرنے والا ہے اور بدامنی وتشدد، بے رحمی اور ظلم کو پسند نہیں کرتا۔ یہی سبب ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کو صحیح طریقے سے سمجھا، اللہ ورسول کے احکام کو اپنی زندگی میں اتارا، انھوں نے انسان ہی نہیں جانوروں کے ساتھ بھی رحم وکرم کا معاملہ کیا اور آج جو لوگ اسلام کی آدھی ادھوری تعلیم پا رہے ہیں، وہ اللہ کی زمین کو فتنہ وفساد کا مسکن بنائے ہوئے ہیں۔

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، ایک شخص سفر میں جا رہا تھا کہ اسے راستے میں سخت پیاس لگی، اسے قریب ہی ایک کنواں نظر آیا، جب کنویں سے پانی پی کر چلا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کے مارے زبان نکالے پڑا ہے۔ اسے خیال آیا کہ اسے بھی میری طرح پیاس لگی ہوگی۔ وہ واپس گیا، منہ میں پانی بھر کر اس کے پاس آیا اور اسے پلا دیا، اللہ تعالیٰ نے محض اسی رحم کی بدولت اس کے گناہوں کو معاف کر دیا۔ (مکاشفۃ القلوب، باب۔۱۸)

آج جس قدر انرجی کا استعمال فتنہ وفساد پھیلانے میں کیا جا رہا ہے اگر اسی قوت کے ساتھ اسلام کے پیام امن کو عام کیا جاتا مہربانی اور رواداری کا عملی سبق دیا جاتا اور دنیا کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے روبرو کرایا جاتا تو دنیا اسلام کی گرویدہ ہو چکی ہوتی، اسلام جس رحم وکرم کی تعلیم دیتا ہے اس کی ایک مثال ہندوستان کے مشہور عالم دین وصوفی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ آپ نے اپنے والد شاہ عبد الرحیم علیہما الرحمہ کے حوالے سے لکھا ہے:

''ایک دفعہ اکبر آباد میں بارش ہوئی اور ہواؤں کے موسم میں سوار ہو کر جا رہا تھا، دیکھا کہ راستے میں ایک جگہ کتے کا پلّا دلدل میں ڈوب رہا ہے، یہ دیکھ کر اس کی دردناک آواز سے میرا دل بھر آیا۔ میں نے خادم سے کہا کہ جلدی جاؤ اور اس پلّے کو باہر نکالو، اس نے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے انکار کیا، میں جلدی جلدی گھوڑے سے اترا، کپڑے اوپر چڑھائے اور پانی میں اترنے کے لئے آگے بڑھا۔ خادم نے جب یہ صورت حال دیکھی تو چار وناچار وہ خود آگے بڑھا اور پلے کو باہر نکال لایا، قریب ہی ایک حمام تھا وہاں سے گرم پانی لے کر میں نے اس کو نہلایا، طباخی سے روٹی اور شوربا لے کر اسے خوب کھلایا، پھر میں نے کہا یہ کتا جس محلے کا ہے، اگر اس محلے والے اس کی خبر گیری کا ذمہ اٹھائیں تو بہتر ورنہ ہم اس کو اپنے محلے میں لے جائیں گے۔ طباخی نے اس کی ذمہ داری قبول کر لی، چنانچہ یہ کتا اس کے حوالے کر کے میں رخصت ہو گیا۔'' (انفاس العارفین، صفحہ ۱۱۸)

انسان خود انسان کی عزت وآبرو کو نہیں سمجھ رہا ہے، ایسے میں وہ کسی جانور اور وہ بھی ذلیل ترین جانور کی آبرو کو کیسے سمجھ سکتا ہے۔ اسلام تو رحم وکرم کا ہی نام ہے۔ مہربانی اور رحم دلی کا ہی نام ہے، آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کی یہی صورت دنیا کے سامنے پیش کی جائے، یہی حقیقی اسلام ہے، یہی صوفیہ اور اللہ والوں کے کردار وعمل میں نظر آتا ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

موت سے کس کو رستگاری ہے

ہمارے نشاط بھائی، یعنی ڈاکٹر شاہ عباد الرحمٰن نشاطؒ

مولانا محمد کلیم صدّیقی

علیم وحکیم، فعال لما یرید، علی کل شئی قدیر، رب کائنات کے قضاوقدر کے فیصلے، اس ذات عالی کے علم وحکمت کے شایان شان ہوتے ہیں، جو ہماری چھوٹی عقل وشعور میں کہاں آنے والے ہوتے ہیں، ہم لالچی اور ہر طرح کی پریشانی اور چاہت وخواہش کے خلاف ہونے کے تصور سے بچنے والے انسان تو بس خوشیوں، راحت اور آرام کے خواہاں ہوتے ہیں، غم، نقصان، صدمہ اور افسوس کی خبریں سننے کو دل نہیں چاہتا، بس ہر وقت دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی اچھی اور خوشی کی خبر سننے یا دیکھنے کو ملے۔ مگر حکیم وخبیر، عالم الغیب والشہادہ، مدبر کائنات جانتے ہیں کہ کون سا وقت کس حال کے لئے مناسب ہے، ہم کمزور بندے جس خبر اور حادثے کی تصور سے بھی اداس ہوجاتے ہیں، اور جن حادثات کے خیال سے سانسیں رکنے لگتی ہیں، ان پر خالق کائنات کے قضاوقدر کے فیصلے غالب آتے ہیں اور اس ذات عالی کی علم وحکمت کے مطابق اس کے مناسب ترین وقت پر فیصلہ ہوکر رہتا ہے، قضاوقدر کا وہ فیصلہ بظاہر کتنا ہی صبر آزما اور مشکل ہو، رب کائنات اپنے بندوں کو صبر اور ہمت دے کر دل تھام لیتے ہیں، اور وقت کے مرہم سے زخم کو رفتہ رفتہ مندمل بھی فرمادیتے ہیں۔

اس دنیا میں جو بھی آیا ہے اسے جانا ہے، یہاں کے رشتے ناپائیدار ہیں، کتنا کوئی اپنا ہو، اور کتنا دل کے قریب بلکہ دل میں بسا ہوا ہو، اگر آخری درجہ میں وفادار بھی ہو، تو یا وہ چھوڑ کر چلا جاتا ہے، یا آپ کے چلے جانے سے وہ چھوٹ جاتا ہے۔

ایک زمانے سے کبھی وسوسہ کے طور پر بھی یہ خیال آجاتا تھا کہ میرے پیارے (غریب) نشاط بھائی سے جدائی ہوجائے گی تو دل بیٹھنے سا لگتا تھا، ایسا لگتا تھا کہ اس خیال سے سانسیں رکی سی جارہی ہیں، مگر اس قید خانہ جہاں میں ہر ناپسند حال کو سہنا ہی پڑتا ہے۔ ۲۸/رمضان کو مغرب کے بعد چھوٹے بھائی حلیم میاں کا میسیج آیا کہ نشاط بھائی کو ایک ہسپتال سے بہتر علاج کے لئے بی ایل کپور ہوسپٹل لے جارہے تھے، راستے میں ان کا انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

چاروناچار اس خبر پر یقین کرتے ہوئے، رب کے تجویز کردہ نسخے: **واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین** کی طرف بھی ٹوٹے ہوئے دلوں کو تھامنے والے، اور بندوں کو صبر و ہمت دینے والے رب نے ہی متوجہ کیا، دو رکعت نماز کی نیت باندھی اور صرف جس کے سامنے اپنا دکھ سنانے سے دکھ ہلکا ہوسکتا ہے اس کے حضور اپنا دل کھول کر رکھنے کی توفیق بھی اسی ذات عالی نے دی۔

مخبر صادق ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق خالق کائنات نے کائنات کو بنانے سے قبل روحوں کو پیدا فرمایا اور ان ارواح کو **الست بربکم** کا سبق پڑھا کر **قالوا بلیٰ** کا عہد الست لیا، اس وقت کچھ ارواح ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھیں، کچھ ارواح جن کی پشتیں لگی ہوئی تھیں، وہ روحیں جو آمنے سامنے تھیں، جب بھی کبھی دنیا میں ملتی ہیں، تو ایک دوسرے سے ایسے مانوس ہوجاتی ہیں جیسے کب سے ایک دوسرے کی عزیز ہوں، اور جن کی پشتیں ملی ہوئی تھیں وہ زندگی بھر ساتھ دیتی ہیں مگر ان سے مناسبت نہیں ہوتی۔

نشاط بھائی سے اس حقیر کی پہلی ملاقات ۱۹۷۷ء میں تکیہ شاہ علم اللہ میں اپنے حضرت والا کے یہاں ہوئی تھی، جب وہ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

امریکہ سے پہلی بار تشریف لائے تھے، مجھے یہ پتہ چلا کہ یہ صاحب حضرت شاہ علم اللہ کے خاص رفیق، حضرت شاہ سلطان بلیاوی (خلیفہ حضرت شاہ آدم بنوری) کے خانوادہ سے ہیں، اور آپ شکاگو امریکہ میں انگریزی کے استاد ہیں، میرے حضرت والا کی نہایت توجہ وعنایت ان کی طرف رہتی تھی، اس توجہ کو دیکھ کر:

تجھے میں کیوں نہ چاہوں تو مرے جائے کا جایا ہے

دل ان کی ذات سے چپک گیا، زمان ومکان اور مراتب کے اتنے فرق کے باوجود، کہ پہلے ہی سے وہ بیگوسرائے کے لکھمنیاں بہار کے رہنے والے، اور اب سات سمندر پار امریکہ میں قیام پذیر تھے، پھر وہ انگریزی میں امریکہ سے پی ایچ ڈی، اور وہاں اسسٹنٹ پروفیسر کی پوسٹ پر فائز تھے، اور یہ دیہاتی گھسیارہ، نیکی اور علم وعمل ہر لحاظ سے تہی دامن:

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

مگر شاید وہ ازل میں روحوں کی مواجہت غالب آئی، چوالیس سالہ مدت میں تعلق مناسبت اور بے تکلفی روز بڑھتی رہی۔

دوبار وہ امریکہ سے آئے، بعد میں حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کے مشورہ سے مکہ مکرمہ جامعہ ام القریٰ میں شعبہ انگریزی میں پروفیسر ہوگئے اور مکہ مکرمہ سے بھی ان کا آنا ہوتا رہا، حسن اتفاق کہ اکثر وہ تشریف لاتے تو یہ حقیر بھی حضرت مولانا کی خدمت میں حاضری دیتا، اور کبھی کبھی ہفتے ہفتے بھر تکیہ میں ان کے ساتھ رہنا ہوتا، کبھی شہر سے کوئی ضرورت ہوتی، کسی سے ملنے جانا ہوتا، تو یہ حقیر ساتھ جاتا، یہ حقیر تو ان سے نام اور تعارف کے ساتھ متعارف رہتا، مگر اس حقیر کو اپنی اوقات کا احساس تھا کہ مشدّ دآباد (مظفرنگر) کے گاؤں کا ایک گھسیارہ کہاں، اور ایسے عالی مرتبت خانوادہ کا امریکہ سے تعلیم یافتہ پروفیسر کہاں، اس لئے اپنے تعارف کی نوبت نہیں آئی، جب وہ مکہ مکرمہ منتقل ہوگئے، تو اپنے اہل تعلق محبّ گرامی جناب مولانا عبدالحسیب ندوی، عزیزی حافظ ادریس وغیرہ یا کوئی عزیز عمرہ کے لئے جاتے تھے، حرم کی دعاؤں کے لالچ اور کچھ جانے والوں کی وہاں سے ضرورت میں مدد کے لئے یہ حقیر نشاط بھائی کو عریضہ لکھنے کا بہانہ تلاش کرتا، نہ صرف یہ کہ وہ جواب عنایت فرماتے، بلکہ حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کے وہ عاشق زار خادم تھے، اس نسبت سے وہ تمام اہل تعلق کا حد درجہ اکرام فرماتے، بہت اصرار سے وہ حرم سے اپنی کار میں بٹھا کر ان کو عزیزیہ جنوبیہ میں جہاں ان کا مسکن تھا، لے جاتے۔ بالاصرار قیام اور طعام کا بڑی فراخ دلی کے ساتھ نظم فرماتے۔ غائبانہ طور پر وہ میرا نام بھی جان گئے تھے، میرے حضرت والا کے اہل تعلق میں شاید تذکرہ ہوا ہوگا، مسلسل خط وکتابت سے یہ تعلق بڑھتا گیا، اس درمیان رمضان المبارک میں ان کا مکہ مکرمہ سے ہندوستان کا ایک سفر ماہ مبارک کے کچھ ایام تکیہ میں گذارنے کی غرض سے ہوا، یہ حقیر وہاں حاضر تھا، انھوں نے مجھے بذریعہ خط اطلاع کی کہ ماہ مبارک میں ہندوستان کا سفر ہے، آپ سے ملاقات کا بے حد اشتیاق ہے، نیت ہے کہ ایک دوروز آپ سے پھلت آکر ملاقات کروں گا۔ یہ حقیر تکیہ شریف میں حاضر تھا، نشاط بھائی تشریف لائے، ان سے ملاقات ہوئی، یہ حقیر تو ان کو تعارف سے پہچانتا تھا، مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ میں کلیم ہوں، بس وہ اخلاقی قدروں کا لحاظ کرکے تپاک سے ملے اور بولے، دیکھئے حضرت مولانا کے یہاں حاضری کی برکت سے آپ سے یہاں ملاقات ہوگئی ہے، بس وہ اس لئے ذرا تپاک سے ملے کہ یہ تکیہ میں حاضر ہونے والا حضرت مولانا کے خدام میں سے ایک ذرا زیادہ آنے والا خادم ہے۔

بنگلے کے برآمدے میں پڑے تختوں پر ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے، اس حقیر نے ٹوہ لینے کے لئے عرض کیا کہ آپ اس حقیر سے بڑے تپاک سے مل رہے ہیں، مگر شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ اس حقیر کا نام کلیم صدیقی ہے، نشاط بھائی اک دم کھڑے ہوگئے اور دیر تک سینے سے لگائے بھینچتے رہے اور بولتے رہے کہ اچھا آپ ہیں میرے کلیم بھائی، آپ کے ساتھ تکیہ اور ندوہ میں کتنے دن

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

گذارے ہیں، میں تو خیال کر رہا تھا کہ پھلت جا کر جب کلیم بھائی سے ملنا ہوگا تو پتہ نہیں کیسا لگے گا، ارے آپ تو میرے کلیم بھائی ہیں، اس کے بعد یہ تعلق بڑھتا گیا۔

بزرگوں، اہل دین اور علماء سے انہیں حددرجہ تعلق تھا، امریکہ کے قیام کے دوران بھی وہ آنے والے مشاہیر اور بزرگوں کی میزبانی کا شرف حاصل کرتے تھے، اور اپنی فطری شرافت سے بزرگوں، ہمارے حضرت والا مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نوراللہ مرقدہ سے تو ان کا عاشقانہ تعلق تھا ہی، حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ، حضرت مولانا منظور نعمانیؒ حضرت شاہ عبدالرحیم مجددیؒ جیسے بزرگوں کے یہاں ان کو بہت ہی اپنائیت کا تعلق نصیب رہا، مکہ معظّمہ کے قیام کے دوران تو یہ تعلق اور بھی علماء سے ہوگیا، وہ سبھی اکابرین کی میزبانی فرماتے، قیام نہیں بھی ہوا تو ازراہ تعلق ایک دوروز کے لئے یا کم ازکم ایک دو بار کھانے پر یہ حضرات نشاط بھائی کے یہاں ضرور تشریف لاتے، اور وہ محض لوجہ اللہ مخلصانہ ضیافت پر خوشی کا اظہار فرماتے۔

اس حقیر کے لئے یہ بات بڑے ہی مزے کی اور خوشی کی تھی کہ حضرت سیدی وسندی حضرت مولانا نوراللہ مرقدہ اس حقیر سے نشاط بھائی کے تعلق سے بہت خوش ہوتے تھے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے یہاں تشریف لاتے تو اس حقیر سے نشاط بھائی کے ساتھ رہنے اور ان کے گھر جانے کا ذکر فرماتے تھے، کبھی لکھنؤ اس حقیر کی حاضری ہوتی اور نشاط بھائی آنے والے ہوتے تو فرماتے نشاط صاحب بھی آنے والے ہیں، اور کبھی نشاط بھائی ہوتے اور یہ حقیر حاضر ہونے والا ہوتا تو نشاط بھائی سے فرماتے کہ کلیم آنے والے ہیں۔ کتنی بار ہم دونوں سے حضرت نے ارشاد فرمایا، تمہاری دوستی سے بہت خوشی ہوتی ہے، ندوہ میں یا تکیہ میں قیام کا بھی ساتھ میں نظم فرماتے، حضرت مولانا کے اس تعلق سے خوشی ہم دونوں کی محبت کے لئے بڑی سند ہوتی تھی۔

مکہ مکرمہ سے ایک بار اس حقیر کے نام ڈاک سے ایک خط بھیجا، اس میں نشاط بھائی نے، جن کو شاید ذرا کم عمری میں اس حقیر کو ہریانہ پنجاب میں کام کی ضرورت کے لئے یا اس دیہاتی کو کم ازکم نسبت کی لاج سے سلسلہ کی بدنامی سے بچانے کے لئے حضرت مولانا کی طرف سے اجازت بیعت کی خبر ہوئی، یا کوئی اور وجہ ہوئی، مجھے لکھا:

میرے بہت پیارے کلیم بھائی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ کرے آپ بخیر وعافیت ہوں

آپ ہمارے حضرت کے خوش قسمت مریدین میں ہیں، جنھوں نے حضرت مولانا مدظلہ سے بھرپور استفادہ کیا ہے، آپ سے اس غریب نشاط کی درخواست ہے کہ آپ مجھے شیخ سے استفادہ کے ایک دو ایسے ٹپس تحریر فرمائیں، کہ یہ حقیر بھی حضرت والا سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرسکے، اس حقیر کے لئے دعا بھی فرمائیں کہ یہ حقیر اپنے حضرت والا سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرسکے۔ یہ حقیر حرم شریف میں جا کر آپ کے لئے دعا کرتا ہے۔

والسلام آپ کا بھائی نشاط

اس حقیر کو جسے اپنے حضرت والا کے قدموں میں حاضری کے صدقہ میں اپنی اوقات کا احساس ہو چلا تھا، نشاط بھائی کے خط سے بڑی شرمندگی سی ہوئی، مگر نہ جانے کیوں، شاید مکہ مکرمہ کی نسبت یا خود نشاط بھائی کی نسبتوں کی وجہ سے الامر فوق الادب کا خیال کر کے جو دل میں آئے جواب لکھنے کا تقاضہ ہوا۔ اس حقیر نے جواب لکھا:

میرے پیارے نشاط بھائی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ جیسے بڑے، حضرت کے معتمد اور پیارے کا عنایت نامہ، وہ بھی مکہ مکرمہ کی پاک سرزمین سے اس حقیر کے لئے بڑا سرمایہ ہے یہ دیہاتی گنوار مظفرنگر کا گھسیارہ کہاں اور حضرت مولانا مدظلہ العالی سے استفادہ کا حق ادا کرنا کہاں، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا جواب دوں؟ یہ سب تو خود آپ سے سیکھنے کی چیزیں ہیں، مگر شاید آپ کے مقام اور مکہ مکرمہ کی نسبت سے مرعوب ہوکر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

الامر فوق الادب سے تحت دل میں ایک بات آرہی ہے، وہ عرض کرتا ہوں۔

یہ حقیر یہ سمجھا ہے کہ اپنے شیخ کو نبی اور رسول تو نہ سمجھے، کہ نبوت اور رسالت کا دروازہ تو بند ہوگیا ہے، اس کے علاوہ اپنے شیخ کی عقیدت میں جس قدر زیادتی ہوگی، اسی درجہ کا فیض اللہ تعالی شیخ سے جاری فرمادیں گے، اس حقیر نے اپنے حضرت کے خادم خاص مخدومی حاجی عبدالرزاق کے جوتوں کو عقیدت سے جب بھی سینہ سے لگایا، اور ان کی خاک کو سرمہ بنا کر عقیدت سے آنکھوں میں لگایا، الحمد للہ اس حقیر پر کچھ نہ کچھ فتوحات کے دروازے کھلے۔ آپ کی دعاؤں کا بہت مشکور ہوں۔ والسلام

محتاج دعا آپ کا کلیم

اس عریضہ کا نشاط بھائی بہت ذکر کرتے تھے، مجھے ایک بار بتایا، کلیم بھائی آپ کا یہ خط میں نے بہت لوگوں کو دکھایا، مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خاںؒ اور حضرت مولانا فقیر محمد صاحب، دونوں سلسلۂ تھانوی کے دو اہم بزرگ جن سے نشاط بھائی کا بہت ہی قریب تعلق تھا، جناب حاجی فاروق صاحب اور جناب ڈاکٹر حفیظ اللہ صاحب نور اللہ مرقدہما کو بھی یہ عریضہ انھوں نے دکھایا تھا۔

۱۹۹۳ء میں اس حقیر نے حج کا ویزہ لگوایا اور ٹکٹ کا نظم کر کے سفر کیا، جبل کعبہ پر ان عمارتوں میں ایک سیٹ حج سیزن کے لئے بک کرلی، نشاط بھائی کو میری حاضری کا علم ہوا، وہ تلاش کرتے رہے اور کسی طرح مدرسہ صولتیہ کے واسطے سے اس حقیر کے پاس پہنچے اور میرا بیگ اپنے سر پر رکھ کر میرا ہاتھ پکڑ کر اٹھا کر لے گئے، اور کسی طرح بھی اس کے لئے راضی نہیں ہوئے کہ یہاں ہی رہوں اور آتا جاتا رہوں، گھر پر ہی قیام کا اصرار کیا، خوش قسمتی سے معلوم ہوا کہ مولانا حمزہ حسنی ندوی بھی تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کو بھی تلاش کر کے گھر لے گئے، اور پھر ہم لوگوں کو ساتھ میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد جب تک نشاط بھائی کا مکہ مکرمہ قیام رہا، یہ حقیر بے تکلفی سے خود ہی عزیزیہ جنوبیہ میں ان کی قیام گاہ پر حاضر ہوجاتا، سامان وہاں رکھ کر پھر عمرہ وغیرہ کیا کرتا۔ قیام کتنا بھی طویل ہوتا، وہ آخری درجہ میں خوش ہوکر ضیافت کرتے۔

اپنے پہنے ہوئے کپڑے کسی شریف آدمی کے ہاتھوں میں دینا مجھے زیادہ اچھا نہیں لگتا، کپڑے بدل کر اس حقیر نے بیڈ کے نیچے چھپا کر رکھ دیئے کہ رات میں سب سوجائیں گے تو دھولوں گا، حرم چلا گیا تو معلوم ہوا کہ نشاط بھائی نے وہ کپڑے تلاش کر کے دھلوا کر پریس کر کے رکھ دیئے، اس حقیر نے لاکھ کوشش کی، وہ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں مگر انھوں نے مجھے ہی ماننے پر مجبور کرلیا، ان کی بے نفسی اور کریمانہ اعلی ظرفی تھی کہ ایک روز کھانے کے بعد بڑی بچی آمنہ، خلیل جو اس وقت چھوٹے ہی تھے، اور نشاط بھائی تینوں آئے، کلیم بھائی ہمارے ایک قضیہ میں آپ فیصلہ کروادیں، میں نے عرض کیا کہ کیا قضیہ ہے، بتایئے؟ نشاط بھائی بولے کلیم چچا کے کپڑے یہ دونوں ایک ایک کر کے دھودیتے ہیں، آج میں نے کہا کہ میرے حصہ میں کب یہ خدمت آئے گی، یہ مان نہیں رہے ہیں کلیم بھائی ایسا کریں آج قرعہ ڈال دیں، کلیم بھائی ٹھیک ہے، تین پرچیاں نشاط بھائی نے بنائیں، شاید خلیل نے ان پر آمنہ، خلیل اور ابو نام لکھے، چھوٹے بیٹے عمر میاں کو بلایا گیا کہ وہ پرچی اٹھائیں، قرعہ ابو کے نام نکلا، نشاط بھائی نے نعرہ لگایا، غریب نشاط زندہ باد، اس حقیر نے کہا، اب تو آج میں خود دھولوں گا، مگر وہ نہیں مانے اور بہت خوش ہوکر کپڑے دھوئے۔

امریکہ سے انگریزی میں پی ایچ ڈی، ام القریٰ یونیورسٹی کا پروفیسر، ایک ولی کامل، اور یہ حال۔ بس

جس کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے

اللہ کا قانون ہے ...کہ:

دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

نشاط بھائی کی عنایت اور محبت کی وجہ سے گھر کے سبھی لوگ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اس حقیر سے گھر کے فرد کی طرح تعلق رکھتے تھے، ایک بار اس حقیر کی ماہ مبارک میں عمرہ کے لئے حاضری ایسے وقت میں ہوئی، جب شاہ فہد نے شاہ عبداللہ کو ولی عہد نامزد کیا تھا، اور شاہ عبداللہ کی مکہ مکرمہ میں ماہ مبارک میں آمد تھی، نہ جانے کیا سیاسی مصلحت تھی کہ ان کی آمد کے موقع پر جدہ سے لے کر مکہ مکرمہ تک اور خود مکہ مکرمہ کی سڑکوں کو لائٹنگ سے خلاف معمول سجایا گیا تھا، اس کی تیاریاں مکمل ہوئی تھیں کہ اگلے روز شاہ عبداللہ کی آمد تھی، اسی سے قبل رات میں میری جدہ سے مکہ مکرمہ آمد ہوئی، روڈ پر ایسا چراغاں اس حقیر کے لئے بھی حیرت کی بات تھی۔ یہ حقیر حسب معمول عزیزیہ جنوبیہ میں نشاط بھائی کے گھر پہنچا، تو نشاط بھائی کی بڑی بچی عزیزہ آمنہ نے بڑی سادگی سے کہلوایا کہ چچا آپ نے اپنی آمد کی خبر ذرا دیر سے کی، ہم معذرت خواہ ہیں کہ جلدی میں استقبال کی زیادہ تیاریاں نہیں کر سکے، آپ پہلے سے اطلاع دیتے تو ہم راستوں کو اور زیادہ سجاتے۔

ان کی فطری سلامتی اور ہر جگہ اور ہر موقع سے خیر تلاش کرنے کے مزاج کی وجہ سے وہ ولایت، تعلق مع اللہ کے اس مقام پر پہنچ گئے تھے، جس کا عام لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے، شاید ۱۹۹۳ء کے حج میں ہم لوگ آخری روز جمرات سے رمی کر کے عزیزیہ ٹرمنل سے نکل کر حج مکمل ہونے کی خوشی میں پیدل ان کے گھر آرہے تھے، خیریت سے حج ہو گیا اور ہمارے رب نے حج کی سعادت نصیب فرمائی، سبھی لوگوں پر خوشی اور شکر کا غلبہ تھا، نشاط بھائی خوشی سے بولے، کلیم بھائی کچھ سنایئے، اس حقیر نے کہا: نشاط بھائی بتایئے کیا سناؤں، غزل سناؤں یا نظم سناؤں، یا گیت سناؤں، نشاط بھائی بولے جو چاہے سنایئے، آج اس حقیر کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا ملفوظ یاد آ گیا کہ: کیسا بھی فرسودہ سا شعر ہو، تصوف وسلوک میں لے آؤ، تو اس میں معنی پیدا ہو جائیں گے، بچپن میں کبھی گلیوں میں ریڈیو پر ایک گانا کانوں میں پڑتے پڑتے یاد سا ہو گیا تھا، گلا ذرا اچھا تھا، میں نے سنانا شروع کیا:

چودھویں کا چاند ہو یا آفتاب ہو
جو بھی ہو تم خدا کی قسم لاجواب ہو

نشاط بھائی کی طرف اشارہ کر کے یہ گانا میں نے ذرا اونچی آواز میں سنانا شروع کیا، سب واپس ہونے والے حاجی ہماری طرف دیکھ رہے تھے، نشاط بھائی میرے منھ پر ہاتھ رکھتے کلیم بھائی، بس سارے حاجی ہمیں عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے ہیں اس حقیر نے مزے میں کہا کہ نشاط بھائی، اب تو میں پورا سناؤں گا، اس بندہ خدا کی طبع سلیم اس واقعہ کو ہمیشہ یاد کرتے اور کہتے کلیم بھائی اللہ کے لئے تعلق ہمیشہ کام دیتا ہے، اس روز آپ کے گانے نے مجھے بہت فائدہ پہنچایا، کسی انسان کو میں کہیں بھی کوئی حرکت کرتے دیکھتا ہوں تو مجھے اس سے بدگمانی نہیں ہوتی، نہ حقارت دل میں آتی ہے، خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ کسی نیکی کی توفیق کے شکر میں جس طرح آپ خوش خوش گانا گا رہے تھے، اور ہم مزے لے لے کر سن رہے تھے، شاید یہ بھی کسی ایسے ہی حال میں ہوں گے۔

عمر، مقام، علم وعمل، مراتب کے آخری درجہ کے فرق کے ساتھ نشاط بھائی کو تواضع اور بے نفسی کے پردہ میں یہ حقیر ان کو اپنا رفیق اور بے تکلف دوست سمجھتا رہا، اور وہ پردہ کے پیچھے آناً فاناً میں روحانی پرواز کرتے رہے، انھوں نے اپنا روحانی اور عرفانی سفر اس تیزی سے طے کیا کہ لوگوں کو ان کو دیکھنے اور سمجھنے کے لئے اپنی ٹوپیاں اتارنی پڑتی تھیں۔

یقیناً وہ اس زمین پر اللہ کی آیات میں ایک عظیم آیت تھے، فرق مراتب کے باوجود نشاط بھائی کی عنایت اور محبت میں حد درجہ قریب سے دیکھنے اور پرکھنے کے بعد اس حقیر کا یہ خیال ہے کہ وہ اس زمانہ میں اللہ کے ولیوں اور عارفین کے بارے میں کئے جانے والے بہت سے سوالوں کا جواب تھے۔

اولیائے متقدمین اور عارفین کے تذکرے میں یہ بات پڑھنے کو ملتی ہے، کہ اللہ کے کچھ نیک بندے اللہ کی رحمت کا ایسا مظہر بن جاتے ہیں کہ ان کا وجود اللہ کی مخلوق پر بہت سی بلاؤں

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سے حفاظت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں ایسا ولی کوئی ہے تو دل بے اختیار کہتا کہ ہمارے نشاط بھائی تو یقیناً اس مقام پر ہیں، کہ ان کا وجود اللہ کی مخلوق پر بہت سی بلاؤں کے نزول سے رکاوٹ ہوتا ہے۔

اللہ کے اولیاء کی یہ پہچان حدیث وسنت میں بھی آئی ہے کہ اللہ کے ولی وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے، کسی شاعر نے کہا ہے:

فنا اتنا تو ہو جاؤں میں تیری ذات عالی میں
جو مجھ کو دیکھ لے، اس کو ترا دیدار ہو جائے

علامہ اقبال نے بھی ایسے ہی ولیوں کے لئے کہا ہے:

مجسم حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بتا اے دل، کوئی ایسا حسیں بھی ہے حسینوں میں

آج کے دور میں ایسے ولی کا پتہ بتاؤ کہ جس کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے، تو بے تکلف یہ جواب دینے کو دل ہوتا تھا کہ میرے نشاط بھائی الحمدللہ اس مقام پر فائز ہیں۔ نہ جانے کتنے لوگ اس حقیر کے ساتھ بیک زبان یہ کہنے والے ہوں گے کہ نشاط بھائی سے ملنے والوں میں کوئی آدمی ایسا نہ ہوگا جس کو ان سے ملنے کے بعد اللہ سے تعلق پیدا کرنے کا شوق پیدا نہ ہوتا ہو۔

آج کے دور میں ایسا مومن کامل بھی کوئی ہے جو صرف اللہ کے لئے جیتا ہو، اللہ کے لئے کرتا ہو، تو دل اندر سے بے اختیار یہ کہتا تھا، جی جی ہمارے نشاط بھائی۔ ایسا کوئی اللہ کا نیک بندہ اور متقی جس کی زندگی آخری درجہ میں شبہ سے پاک ہو، اور اس کے اندر شرعی اصولوں کی آخری درجہ میں حساسیت ہو، تو جواب بے تکلف آتا کہ جی الحمدللہ ہمارے نشاط بھائی ہیں۔

نقش بندی سلسلہ کے بزرگوں کے احوال کے ضمن میں وہ اکثر مجدد الف ثانیؒ کا ملفوظ ذکر کرتے تھے کہ اگر میں زندگی بھر اس کی کوشش کروں کہ ایک ساعت کے لئے اپنے اللہ سے غفلت میں گذاروں، تو شاید پوری زندگی کی کوشش کے باوجود میرے لئے ممکن نہ ہوگا۔ جب یہ ملفوظ وہ سناتے اور بار بار سناتے تو اس حقیر کو ہمیشہ یہ لگتا تھا کہ وہ مجدد الف ثانیؒ کا نہیں بلکہ خود اپنا حال بیان کر رہے ہیں۔ ان کا حال خلوت در انجمن کا بظاہر ذرا سا بھی ذوق رکھنے والا محسوس کرتا تھا۔

مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران بھی وہ چھٹی کے دن میں کچھ دیر کے لئے اپنے بزرگوں کی کسی کتاب کی تعلیم کے بہانے اہل تعلق کو جمع کرتے، اس مجلس کا فائدہ ہر شریک نقد محسوس کرتا تھا، وہ سعودیہ سے ہندوستان واپس آئے تو اس حقیر نے بھی ان کے وجود سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان سے درخواست کی، شاہین باغ میں سنیچر کے روز بعد مغرب تا عشا ایک مجلس شروع ہوئی، اتوار کے روز احمد عبداللہ بھائی کے یہاں اور جمعرات کے روز خود ان کے ابوالفضل والے گھر میں چند احباب جمع ہوتے، شرکاء بے حد فائدہ محسوس کرتے، اس دوران اپنے ایک ایک سکینڈ کی وہ قیمت بنانے کی فکر فرماتے۔

الحمدللہ اس دوران بہت سی قیمتی کتابیں انھوں نے تصنیف کیں، کچھ کتابوں کے ترجمے بھی کئے، آخری کتاب جو مکمل ہوئی وہ ان کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ سلطان صاحب بلیاوی مجددیؒ، خلیفہ اجل حضرت سید آدم بنوری کے حالات اور تعلیمات پر تھی، اس حقیر کی بھی لکھمنیاں کئی بار حاضری کی وجہ سے بڑی خواہش تھی، کہ حضرت شاہ سلطانؒ کے حالات منظر عام پر آئیں، اس کے لئے کتابوں کی فراہمی اور اس کی اشاعت میں اس حقیر نے اپنی ذاتی خواہش کی وجہ سے کوشش کی، کتاب چھپ کر آئی تو ایک روز ان کا میسیج آیا، آپ نے اس کتاب کی اشاعت میں اتنا تعاون کیا، دل چاہتا ہے کہ کوئی ہدیہ آپ کو دوں، خیال ہوا کہ ستر ہزار بار کلمہ طیبہ کے کچھ نصاب میں نے پڑھے ہیں اس میں سے ایک ستر ہزار کا نصاب کلمہ طیبہ آپ کے لئے ہدیہ کرتا ہوں۔ اتنا قیمتی عطیہ ایک ایسے تہی دامان کو جو ساری زندگی کسی ایسے نیک عمل کو ترس رہا ہو جس کو ذخیرہ آخرت سمجھ سکے، نشاط بھائی نے عطا فرمایا۔

کتاب چھپی تو کسی صاحب خیر سے فری تقسیم کے لئے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

شائع کی گی تھی،نشاط بھائی کا میسیج آیا کہ اگر کوئی صاحب یہ کتاب لے کر قیمت دینا چاہیں تو کیا قیمت لی جائے۔لوگوں تک کتاب پہنچے اس کو کتب خانوں پر بھی پہنچانا ہوگا،مشورہ سے پچاس روپئے طے ہوگیا،ایک صاحب کو نشاط بھائی نے کتاب دی،انھوں نے پچاس روپئے دیئے،ان پچاس روپئے کو وہ کس طرح مجھ تک پہنچائیں یا کیا کریں تاکہ وہ آخرت کے حساب سے بچ جائیں اس کے لئے وہ اتنے فکرمند تھے،کہ بس وہ دین دار بننے والوں کے لئے سیکھنے کی چیز تھی۔

نشاط بھائی کی چند مشہور کتابوں کے نام ہیں:'سید احمد شہید، شخصیت تحریک اوراثرات'،'حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی تعلیمات:تزکیہ نفس کے پس منظر میں'،'سرزمین امریکہ میں اسلام کے علمبردار'،'حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگیں(کیا اسلام تلوار کے زور سے پھیلا)'،'کیا اسلام ایک تشدد پسند مذہب ہے'،'حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں'(عورت پر ایک عظیم احسان)'ان کے علاوہ نصف درجن کتابیں انگریزی میں بھی تحریر فرمائیں۔اس کے علاوہ درجنوں کتابوں کے ترجمے بھی انھوں نے کئے،شاہ ولی اللہ کی اربعین،معارف الحدیث وغیرہ

رشتوں کو نبھانا خود ان سے سیکھنے کی بات تھی، ہندوستان آنے سے پہلے وہ اپنے محبوب رب کے ساتھ اس قدر مشغول رہتے تھے کہ اپنے بیوی بچوں سے بھی بس شرعی ضابطہ کا تعلق تھا، اس کے باوجود وہ سنت اور حقوق العباد سمجھ کر اہل تعلق اور رشتہ داروں کا بھی پورا حق ادا کرتے تھے،ان کے سارے خاندانی بھائی بہنوں کی ہر خوشی اور غم میں ہماری شرکت اس طرح ہوتی تھی کہ ہمارے سارے بھائی بہن اپنے بھائیوں میں سے ایک سمجھتے تھے،اس حقیر کے چھوٹے بھائی حلیم میاں ایسے خوش قسمت ہیں جن کو شاید ان کے معاملات کی حد درجہ صفائی کی وجہ سے ان سے بہت قریب کردیا تھا، یا ان کے لئے اللہ تعالی نے مسخر کردیا تھا، اس لئے وہ اس حقیر اور گھر کے تمام معاملات میں بس حلیم میاں سے مشورہ کرتے، بلکہ اکثر معاملات میں ان کو ہی ذمہ داری دے رکھی تھی۔کشف ان کو بہت زیادہ ہوتا تھا،مگر وہ فطری شرافت اور بے تکلفی سے اس پر پردہ ڈال کر اس کو چھپاتے،گاہے لوگوں کو احساس ہوجاتا اور پردے کے پیچھے سے چھن کر لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتا۔

ادھر کچھ زمانے سے ان کی تمام باتوں سے لگنے لگا تھا کہ وہ جانے کی تیاری کررہے ہیں، بلکہ شاید شوق لقاء ان پر غلبہ حال بنی ہوئی ہے،اس حقیر کو کئی ملاقاتوں میں اس کا بار بار احساس ہوتا تھا، ماہ مبارک، جود وعطا اور بے حساب مغفرت اور داد ودہش کی باد بہاری نے اور کرونائی وبا کی بیماری نے ان کی بے قراری کو قرار دے دیا،اور شہید محبت کو شہادت کی موت کا بھی تحفہ مل گیا۔

۴۴؍سالہ تعلق ورفاقت کی داستان کے لئے سچی بات یہ ہے کہ ایک بڑی کتاب درکار ہے، اس حال میں کہ طبعی محبت اور بشری کم زوری کی وجہ سے نشاط بھائی کے حادثہ وفات کا یقین اب بھی کرنے کو دل نہیں چاہ رہا ہے، ہوش وحواس بھی ساتھ نہیں دے رہے ہیں کہ پے در پے حادثات اور ملت کے قائدین اور اہل تعلق کی وفات نے ہوش خطا کررکھے ہیں، جو تحریر میں آیا وہ بھی مدہوشی کی بڑ ہے۔اللہ تعالی موقع دے یا کوئی اور باصلاحیت صاحب قلم اس کی ہمت کرے کہ ان کی باقاعدہ سوانح حیات اور حالات زندگی لکھے،تو نسلوں کے لئے ایک قیمتی سرمایہ ہوگا۔

اس وقت قارئین ارمغان کی خدمت میں اپنے بہت ہی پیارے نشاط بھائی کے لئے زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے کہ اس حقیر پر یہ قارئین ارمغان کا بڑا احسان ہوگا۔خاص طور پر نشاط بھائی کے اہل خانہ اور پھول سے انتہائی سعید چاروں بچوں آمنہ اور خلیل جو الحمدللہ شادی شدہ ہیں،عمر اور خدیجہ جن کی شادی ابھی نہیں ہوئی ہے ،انتہائی سعادت مند ان کے چاروں بچوں میرے لاڈلے بھتیجوں اور بھتیجیوں کے لئے دعا کی بھی درخواست ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللہی

پھلت میں بستی کے علمائے کرام اور حفاظ کی میٹنگ

قریۃ الصالحین پھلت کے علمائے کرام اور حفاظ کی ایک ایک اہم میٹنگ ۱۰؍جون ۲۰۲۱ء کو بعد مغرب خانقاہ جامعہ امام ولی اللہ اسلامیہ کے ہال میں، داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی کی زیر صدارت منعقد کی گئی، جس میں بستی کی ایک اور بزرگ شخصیت جناب قاری حفظ الرحمٰن صاحب نے بھی شرکت فرمائی، قاری رفیع الدین کی تلاوت سے شروع ہونے والے اس پروگرام میں طے کیا گیا کہ چونکہ پھلت کی بستی کو علوم قرآنی کی خدمت کے باب میں تاریخی اہمیت حاصل ہے، اور یہاں کے بزرگوں نے ترجمہ وتفسیر کے علاوہ مختلف طریقوں سے قرآن کی خدمت کی ہے، اس لئے ہم سب طے کریں کہ ہم خود کو اور اپنی اولاد کو قرآن کریم سے مربوط کریں گے، اور اس سلسلہ میں کم از کم ہر گھر میں ایک حافظ قرآن بنانے کا نشانہ پورا کریں گے۔ اس کے علاوہ ترجمہ قرآن کے مراکز قائم کرنے، اور تعلیم بالغان کی طرف پوری بستی کو متوجہ کرنے پر بھی زور دیا گیا۔

اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی نے فرمایا کہ پھلت کی یہ بستی ہمیشہ سے اولیائے کرام، صلحائے عظام اور خدام دین کی بستی رہی ہے، اور اسی حیثیت سے اس کی پوری دنیا میں شہرت ہے، اس لئے یہاں کے تمام باشندوں کو، خصوصا نئی نسل کو اپنی اس حیثیت سے واقف کرانا ہماری ذمہ داری ہے، حضرت شاہ ولی اللہ کے فارسی ترجمہ قرآن کے علاوہ، حضرت شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ قرآن، اردو زبان کا سب سے پہلا ترجمہ قرآن تسلیم کیا جاتا ہے، جن کا ہماری بستی سے تعلق رہا ہے، ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم سب مل کر اس بستی کو ایک بار پھر ایک ماڈل اور نمونہ کی بستی بنانے کے جدوجہد کریں، اور اس کے لئے قربانی دیں۔ اس پروگرام میں بستی کے تقریبا ستر افراد نے شرکت کی اور اس سلسلہ میں ہر ممکن مدد کی یقین دہانی کرائی، صدر محترم کی دعا پر اس نشست کا اختتام ہوا۔

جامعہ پھلت میں آن لائن کلاسز کا آغاز

کووِڈ۔۱۹ کی عالمی وبا کی وجہ سے جو میدان سب سے زیادہ متأثر ہوا ہے، تمام اہل نظر کی رائے ہے کہ وہ تعلیم کا میدان ہے، گذشتہ تقریبا ڈیڑھ سال سے اسکولوں اور مدارس میں تعلیم کا سلسلہ تقریبا بند ہے۔ لیکن جامعہ امام ولی اللہ پھلت چونکہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی باضابطہ شاخ ہے، اس لئے پچھلے سال جب ندوۃ العلماء میں آن لائن تعلیمی شروع کیا گیا، تو جامعہ پھلت میں بھی پوری احتیاط کے ساتھ تعلیم کا آغاز کردیا گیا تھا۔

اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے امسال شوال میں آن لائن داخلوں کی کاروائی مکمل کی گئی، اور پھر ۲۸؍شوال سے باقاعدہ آن لائن تعلیم کا آغاز کردیا گیا ہے، الحمدللہ مختلف درجات کے طلباء نے بڑے ذوق شوق کے ساتھ آن لائن فارم کی خانہ پری کرکے داخلہ کی کاروائی مکمل کی، اور تعلیمی سلسلہ سے مربوط ہوگئے۔ جامعہ میں آن لائن تعلیم کا یہ سلسلہ زوم ایپ، واٹس ایپ، اور ٹیلی گرام کے وسیلہ سے جاری ہے، اور اساتذہ اپنی سہولت کے لحاظ سے کتابوں کی تدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ جامعہ کے استاذ قاضی ومفتی محمد عاشق صدیقی ندوی نے بتایا کہ آن لائن تعلیم کا یہ سلسلہ تدریس کے ماحول کو باقی رکھنے اور تلافی مافات کے طور اپنایا گیا ہے، اور تجربہ سے اس کے مفید نتائج سامنے آرہے ہیں۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: کیا یہ بات درست ہے کہ قربانی کے علاوہ بقرعید پر کسی دوسرے عمل کی فضیلت اس کے مقابل نہیں ہے؟

ج: جی ہاں ایام قربانی میں قربانی سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں، قربانی کے ایام میں دیگر عبادات کے مقابلہ میں قربانی کا عمل اللہ تعالی کو سب سے زیادہ پسند ہے، ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ما عمل آدميٌّ من عملٍ يومَ النَّحرِ أحبَّ إلى اللهِ من إهراقِ الدِّماءِ إنَّها لتأتي يومَ القيامةِ بقرونِها وأشعارِها وأظلافِها وإنَّ الدَّمَ ليقعُ من اللهِ بمكانٍ قبل أن يقعَ من الأرضِ فطِيبوا بها نفسًا۔"

قربانی کے دن میں کوئی عمل اللہ تعالی کو خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور یہ قربانی کا جانور قیامت کے میدان میں اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی میں بہایا جانے والا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالی کے دربار میں قبولیت کا مقام حاصل کرلیتا ہے؛ لہٰذا خوش دلی سے قربانی کیا کرو۔ ایک روایت میں شہید کے درجہ کو اس عمل پر فوقیت دی گئی ہے۔ (سنن ابن ماجہ: 3126 / ترمذی شریف 1493

س: کیا میت کو ثواب پہنچانے کیلئے قربانی کرسکتے ہیں؟

ج: میت کو ثواب پہنچانے کے لیے اُس کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے؛ یہ قربانی موجب ثواب ہے، جس جانور میں واجب قربانی کے حصے ہوں، اُس میں نفلی قربانی کا بھی حصہ لیا جاسکتا ہے اور میت کی طرف سے قربانی اُس کے نام سے مستقلا بھی کی جاسکتی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ نفلی قربانی اپنے نام سے کی جائے اور اُس کا ثواب میت کو پہنچا دیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے قربانی کرنے کے علاوہ امت کے افراد کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے۔ (بیہقی ۹/۸۶۲) اس قربانی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ افراد کے لئے خاص نہیں کیا کرتے تھے، اور نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول، حتی کی کسی صحابی کا قول کتب حدیث میں موجود ہے کہ قربانی صرف زندہ افراد کی طرف سے کی جاسکتی ہے۔ نیز قربانی کرنا صدقہ کی ایک قسم ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں صدقہ میت کی طرف سے باتفاق امت کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

س: زید کا الٹا ہاتھ چلتا ہے وہ زیادہ تر کام اپنے اُلٹے ہاتھ سے کرتا ہے، لکھنا، پکڑنا، اٹھانا وغیرہ، تو کیا وہ اُلٹے ہاتھ سے ذبح کرسکتا ہے یا کسی اور سے ذبح کروائے؟

ج: نبوی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ ہر اچھا کام دائیں ہاتھ سے کرنا مسنون ومستحب ہے، بلکہ یہ اسلام کی اہم ترین سنت ہے، لہٰذا اگر زید کا دایاں ہاتھ ٹھیک ہے یعنی شل وغیرہ نہیں ہے تو اسے تمام اچھے کام دائیں ہاتھ سے انجام دینے کی عادت ڈالنی چاہئے، دائیں ہاتھ کو استعمال کرنے کی عادت ہوجائے گی تو اس سے کام کرنے میں کوئی دقت ودشواری اور تکلف نہ ہوگا اور کام بھی ان شاء اللہ اچھا ہوگا، اور رہا ذبح کا مسئلہ تو اس میں بھی دائیں ہاتھ کے استعمال کی عادت ڈالیں، البتہ حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر بائیں ہاتھ سے جانور ذبح کردے تو بھی ذبیحہ حلال ہوگا، مردار نہ ہوگا البتہ بائیں ہاتھ سے ذبح کرنا مکروہ تنزیہی وناپسندیدہ ہوگا۔

س: بڑے جانور کی قربانی میں سے چھ حصے تقسیم ہوگئے، باقی ایک حصہ جو چند شرکاء کے درمیان ہے، سب شریک ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے شیئرنگ کے ذریعہ قربانی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کرنا چاہتے ہیں، تو کیا چند لوگ تھوڑے تھوڑے پیسہ دے کر ایک حصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے قربانی کر سکتے ہیں؟

ج: سات آدمیوں سے زیادہ کی شرکت بڑے جانور میں جائز نہیں پس ایک حصہ جو چند آدمی مل کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لیں گے تو یہ صورت جائز نہ ہوگی، اگر کرنا ہی ہے تو ساتواں شریک تلاش کریں یا پھر ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ایک حصہ میں چند شرکاء اپنی اپنی رقم کا مالک اپنے میں سے ایک آدمی کو ہبہ کر کے بنادیں اور وہ اپنے قبضہ میں رقم لے کر ایک حصہ لے کر قربانی کردے تو یہ صورت جواز کی ہے۔ حاصل یہ کہ سات شرکاء سے زائد کا ہونا بھی بڑے جانور میں درست نہیں اور یہ بھی درست نہیں کہ ساتوں شرکاء میں سے کسی کا حصہ کم زیادہ ہو اور جب ایک حصہ میں شرکت کرنے والے اپنے میں سے ایک آدمی کو مالک و قابض بنادیں گے تو اگرچہ قربانی تو اس ایک ہی کی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوگی مگر اپنی اپنی رقم ہبہ کرنے والے ثواب سے محروم نہ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

س: زید نے ایک بکرا پالا ہوا ہے جس کو 5 مہینے پہلے کتے نے کاٹا تھا جس کا گھریلو علاج کرایا گیا، بکرا اب صحت مند ہے اور پہلے سے تندرست بھی ہوگیا ہے اور کوئی بھی ظاہری عیب نظر نہیں آرہا، اس کی قربانی درست ہوجائے گی یا نہیں؟

ج: اس بکرے کی قربانی درست ہے لیکن اس بکرے کا گوشت کھانے سے احتیاط کرنی چاہیے، کیونکہ کتے نے جس کو کاٹ لیا ہو اس کے زہریلے اثرات پورے جسم میں اور ہر ہر جز میں سرایت کر جاتے ہیں، اس لیے اس کا گوشت نہ کھانا چاہیے، بلکہ اسے گڑھا کھود کر کہیں دفن کر دینا چاہیے۔ ماہرین اگر یہ کہتے ہوں کہ اس کے اندر سے اب زہر کا اثر ختم ہوگیا ہے تو اس کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ طبی لحاظ سے دیکھ بھال کر لیں

س: میں نے بکرا اس نیت سے پال رکھا ہے کہ اس کی قربانی کروں گا لیکن اب اس بکرے سے اچھا جانور خرید لیا، کیا میرے لئے ایسا کرنا جائز ہوگا کہ اس بکرے کی قربانی نہ کروں اس کو بیچ دوں؟

ج: قربانی کرنے کی نیت سے جانور پال لیا تو اس جانور کی قربانی اِس نیت کی وجہ سے واجب نہ ہوئی۔ **ولو ملک انسان شاۃ فنوی ان یضحی بھا او اشتری ولم ینو الاضحیۃ وقت الشراء ثم نوی بعد ذالک ان یضحی لا یجب علیہ سواء کان غنیاً او فقیرا** (الفتاوی الہندیۃ: ۱۹۲/۵، فی الباب الاول من کتاب الاضحیۃ) جب پالے ہوئے جانور میں قربانی کی نیت سے اس جانور کی قربانی واجب نہ ہوئی تو اس جانور کو بدل کر اس سے اچھے جانور کی قربانی کرنا بلا کراہت درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

س: قربانی کن لوگوں پر واجب ہے؟

ج: قربانی ہر اس مسلمان پر واجب ہے جو عاقل، بالغ اور مقیم ہو اور اس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کا مال ہو اور اس کی ضرورتِ اصلیہ سے زائد ہو اور یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مال تجارت ہو یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان ہو، یا رہائش کے مکان سے زائد مکانات اور جائدادیں وغیرہ ہوں، قربانی کے لیے اس مال پر سال گذرنا بھی شرط نہیں ہے۔

س: ایک صاحب کا کہنا ہے کہ قربانی کے جانور میں سات عقیقے نہیں ہوسکتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بڑے جانور میں ایک ساتھ سات لوگوں کا عقیقہ نہیں کیا ہے تو کیا بڑے جانور میں عقیقہ نہیں کر سکتے؟ براہ کرم، جواب دیں۔

ج: بڑے جانور میں عقیقہ کرنے کے متعلق تو کوئی روایت نہیں ملی؛ البتہ فقہاء نے عقیقے کو قربانی پر قیاس کرتے ہوئے ایک بڑے جانور میں سات بچوں کے عقیقے کو جائز قرار دیا؛ اس لیے کہ قربانی کا منشا جس طرح ''اراقۃ الدم'' خون بہانا ہے اس طرح عقیقے کا بھی مقصد ''اراقۃ الدم'' ہے، جس طرح قربانی میں سات آدمیوں کا شریک ہونا صحیح ہے تو عقیقے میں بہ درجہ اولیٰ صحیح ہوگا۔ اس لئے کہ قربانی واجب عمل ہے جبکہ عقیقہ مسنون و مستحب ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آخری صفحہ

خواتین میں دعوتی کام کی ضرورت زیادہ ہے

پانچ روزہ مہاراشٹر کے سفر میں اس حقیر کا پہلا پڑاؤ اورنگ آباد تھا، ان کا فون آیا ایک ضروری مشورہ کے لئے حاضری چاہتا ہوں، اس حقیر نے کہا: ضرور آجایئے؟ وہ آئے اور گذشتہ چند ماہ کی دعوتی کارگذاریاں سنائیں، اس حقیر نے خوشی کا اظہار کیا اور اپنے رب کا شکر بھی ادا کیا کہ ایسے دردمند دُعاۃ ہمارے رفقاء میں ہیں جن کو دسترخوان اسلام پر آئے ہوئے چند سال ہوئے ہیں، اور وہ پورے عالم میں اسلام کی دعوت کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں، ان کی عالمی فکروں پر اقبال کا یہ شعر یاد آگیا:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

اس حقیر نے کہا کہ گارگذاری سنانے کے لئے آپ نے ۷۰۰ر کلومیٹر کا سفر کیا؟ وہ بولے نہیں، ایک ضروری بات اس حقیر کے ذہن میں آئی ہے اس کی درخواست کرنے حاضر ہوا ہوں، پوری دنیا میں آپ نے اسلام کی دعوت کی فضا بنائی ہے، مگر ہمارے ملک کا سب سے زیادہ حق ہے، آپ بار بار یہ کہتے بھی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو ہندوستان کی مٹی سے محبت کی خوشبو آئی، محبت بھرے لوگوں میں یہاں دعوت کا کام پہلے ضروری بھی ہے، اور ان کی ہدایت کی امید بھی زیادہ ہے۔ ملک میں دعوت کا کام کیسے اٹھے؟ اس کیلئے سوچتا رہتا ہوں، کئی روز سے دعا کررہا تھا کہ میرے پیارے رب ہمیں سجھا دیجئے کہ کیسے دعوت کی فضا بنائیں تو اللہ تعالیٰ نے دل میں یہ بات ڈالی کہ ہمارے ملک میں دعوت کا کام مردوں میں کرنے کی زیادہ ضرورت نہیں، یہاں پر عورتوں میں کام کرنے کے لئے عورتوں کو کھڑا کیا جائے۔ اس لئے کہ ہمارے ملک میں تمام ہندوؤں کے مذہبی اجتماعات تمام تہوار اور پوجا پاٹ اصل میں عورتیں ہی کرتی ہیں، مرد تو صرف ان کے ڈرائیور بن کر جاتے ہیں۔ ہولی، دیوالی، دسہرہ، جنم آشٹمی غرض کوئی تہوار ہو عورتیں ہی سارا نظام بناتی ہیں، پرشاد خریدنا، بنانا، دینا، مندر میں جاکر چڑھانا، وہی کرتی ہیں، مرد صرف ٹیکسی ڈرائیور کی طرح ان کو لے کر جاتے ہیں، اعلان ہوتا ہے کہ آج تہوار ہے، پوجا اور پرشاد چڑھانے کے لئے جانا ہے، کون کون جائے گا؟ ماتا جی، بہن جی موسی جی جائیں گی، دادی اور نانی تو ضرور جائیں گی، سوال آتا ہے کہ لے کر کون جائے گا؟ باپ نے کہا، بیٹا میں تھکا ہوا ہوں کل پھر ڈیوٹی پر جانا ہے، تم چلے جاؤ، بیٹے نے کہا میرا کل امتحان ہے، رات کو دیر ہوجائے گی، تم چاچا کی خوشامد کرلو یا ماما کو فون کرلو، ان میں سے جو تیار ہو، وہ عورتوں کو لے کر چلا جائے۔ اب اگر وہ ہنومان مندر جانا چاہیں گی، تو یہ بیچارہ بھی لائن میں لگ جاتا ہے، اگر شیو مندر پر جائیں گی تو یہ بھی ان کے ساتھ لائن میں لگ جائیں گی، ساری دھارمک رسوم میں عورتیں لیڈ کرتی ہیں، اگر عورتوں پر کام کرکے شرک سے نکال کر توحید سمجھا کر مسجد کی طرف ان کا رخ موڑ دیا جائے تو مرد بخود مسلمان ہوجائیں گے، وہ بولے ہمارے ملک کی ضرورت ہے کہ عورتوں میں دعوت کا کام کیا جائے، اس کیلئے مسلمان عورتوں کو دعوت کے لئے کھڑا کرنا ہوگا۔ اس حقیر کو ہر وقت دعوت کی ادھیڑ بن میں لگے رہنے کی فکر پر بہت رشک آیا، کچھ روز کے بعد اپنے ماہانہ پروگرام میں یہ حقیر سونی پت گیا، راستہ میں شنی کا مندر ایک مسجد کے کھنڈر پر بنایا گیا پڑتا ہے۔ شنی ہندوؤں کے نزدیک ہنومان کا اوتار ہے، کسی پر سنیچر چڑھ گیا ہو تو اس کے شر اور نقصان سے بچنے کے لئے سنیچر کے دن اس کی پوجا کرتے ہیں، اور چونکہ ڈر خوف زیادہ تر بڑے لوگوں کو ہوتا ہے اس لئے شنی کی پوجا وی آئی پی ہندو بھائی کرتے ہیں، اس حقیر نے دیکھا بہت سی امبیسڈر اور لال بتی کی گاڑیاں کھڑی ہیں اور لوگ لائن میں لگے ہیں اس حقیر نے اپنے رفیق سلیم میاں سے کہا ذرا شمار کرو مرد کتنے ہیں اور عورتیں کتنی، انھوں نے بتایا ۳۷ر خواتین ہیں اور مرد صرف چھ ہیں، اس حقیر کو دھیرج دیشمکھ کی رائے سمجھ میں آئی کہ واقعی ہمارے ملک میں مردوں کے مقابلہ میں خواتین میں دعوتی کوششوں کی ضرورت ہے، یہاں اگر ہندو خواتین اسلام میں آجاتی ہیں تو مرد اُن کی اقتدا کرکے خود بخود اسلام میں آجائیں گے، تجربہ ہے کہ اگر پہلے بیوی مسلمان ہوجائے تو اس کی کوشش سے شوہر زیادہ آسانی سے اسلام میں آجاتا ہے، بخلاف اس کے کہ شوہر پہلے مسلمان ہو۔

کاش ہم مسلمان اپنے ملک کی نفسیات کو سمجھ کر اس کی کوشش کریں کہ ہم اپنے گھروں میں خواتین کو دعوت کے کام پر کھڑا کریں تو انشاء اللہ پورے ملک میں ہدایت و دعوت کی فضا بننا آسان ہوجائے گا۔

مولانا محمّد کلیم صدیقی